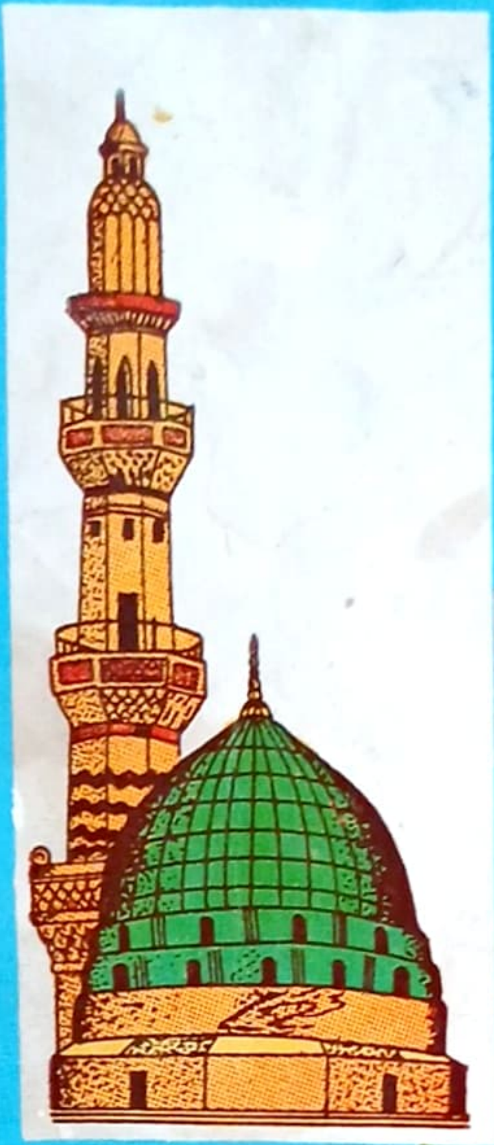


بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# نجم الہدیٰ

فانی

تحریر

حضرت خواجہ پیر محمد زین الدین چشتی نظامی مدظلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# نجم الہدیٰ

تصنیف

زبدۃ الاصفیاء حضرت پیر

خواجہ محمد زین الدین چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

باھتمام

سجادہ نشین آستانہ عالیہ ٹبہ شریف ترگ

ضلع میانوالی

# نجم الہدیٰ

## فی مسئلہ حیاۃ المصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم

تحریر

حضرت خواجہ پیر محمد زین الدین صاحب مدظلہ چشتی نظامی ترگ شریف (میانوالی)

ناشران: صاحبزادگان الحاج معین الدین، علاؤالدین چشتی نظامی ترگ شریف


شیخ المشائخ قطب الاقطاب
حضرت خواجہ
شاہ محمد سلیمان تونسوی
رحمۃ اللہ علیہ
المعروف پیر پٹھان
کی سوانح حیات مبارکہ کی کتب ہمارے پاس
PDF فائل میں دستیاب ہیں
PDF
جس بھائی کو چاہیئے وہ ہمارے واٹس ایپ پر مفت حاصل کرسکتا ہے
مزید معلومات کیلئے ہمارے YouTube
یوٹیوب چینل کو سبسکرائب کریں
Sulemania Chishtia Library
اس کے علاوہ دیگر تونسوی خواجگان کی سیرت پر کتب اور اسلامی کتب بھی طلب کرسکتے ہیں۔
خلیفہ مدنی تونسوی
+92 332 1717717

جامعہ عالیہ دینیہ حضرت مولانا محمد علی مکھڈی رحمۃ اللہ علیہ

بفیضانِ نظر
حضرت مولانا
فتح الدین چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

دینی وعصری علوم کا حسین امتزاج

تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان سے الحاق شدہ

ناظرۃ القرآن

حفظ القرآن

تجوید القرآن

درسِ نظامی

تمام شعبہ جات میں
داخلہ جاری ہے

عصری علوم
جماعت اول تا بی۔ ایس
(سوشل سائنسز)

جامعہ عالیہ دینیہ حضرت مولانا محمد علی مکھڈی رحمۃ اللہ علیہ
مکھڈ شریف (اٹک)

0343-5894737, 0342-5276304

نام کتاب ———— نجم الہدےٰ فی مسئلہ حیاۃ المصطفٰےؐ
مصنّف ———— حضرت خواجہ زین الدین صاحب چشتی نظامی
سرِورق اور کتابت ———— فانی خوشنویس خانیوال
تعداد ———— ایک ہزار ( ۱۰۰۰ )
مطبوعہ ———— سیّد الیکٹرک پریس ملتان
ناشران ———— صاحبزادگان الحاج معین الدین، علاؤالدین
چشتی نظامی ترگ شریف
ملنے کا پتہ ———— ناظم اعلیٰ مدرسہ زینت الاسلام
(ترگ شریف)

# بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی سیدنا محمد ن المصطفیٰ والمرتضیٰ خیر خلق اللہ الذی حیاتہ اکمل وافضل من حیات الاولیاء والشہداء والانبیاء وعلی آلہ المجتبیٰ واصحابہ اجمعین۔

اما بعد: عاجز فقیر پُر تقصیر محمد زین الدین حنفی چشتی نظامی علوی قریشی عرض کرتا ہے کہ اس دورِ پُر فتن میں اس ہمارے مُلک پاکستان میں ایسا گروہ بھی پیدا ہو گیا ہے۔ جو کہ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہے۔ اس لئے یہ کتاب "نجم الہدیٰ فی مسئلہ حیاۃ المصطفےٰ" لکھی گئی ہے، حالانکہ یہ وہ مسئلہ ہے جس پر سوادِ اعظم اہلِ سنّت وجماعت کا سلف وخلف سے یہ عقیدہ چلا آرہا ہے۔ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دُنیا سے انتقال کرنے کے بعد عالمِ برزخ میں جو حیات حاصل ہے۔ وہ جسدِ اطہر کے ساتھ ہے۔ جو دُنیا میں آپکو حاصل تھی۔ یعنی یہ حیات دنیاوی حسی حقیقی ہے۔

ائمہ اربعہ رحمہم اللہ علیہم اجمعین و محدثین و متکلمین میں سے کسی نامور شخصیت کا پتہ نہیں چلا۔ کہ جس کا یہ عقیدہ ہو۔ کہ جسدِ اطہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محض بے جان اور بے حس وشعور روضہ منورہ میں پڑا ہوا ہے۔ اور روحِ مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے کوئی تعلق نہ ہو۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی حیات جسمانی دنیاوی حسی حقیقی کے ساتھ اختیار ہے، کہ جس جگہ پر خواہ زمین ہو یا ملکوت ہو جا ہیں جاسکتے ہیں، اور آسکتے ہیں۔ اور اس آنے جانے میں آپ کو کلی اختیار حاصل ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مع الجسد والروح جیسے وفات سے پیشتر تھی اب بھی وہی صورتِ مبارکہ مع الجسد والروح ہے، کسی قسم کا تغیر وتبدل نہیں ہوا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے، کہ عالمِ دُنیا میں دربارِ عام تھا، اور اب دربارِ خاص ہے۔ اس حقیقت وراز کو سمجھنے کے لیے کسی اہلُ اللہ اور صاحبِ کشف کی ضرورت ہے اور صحبت کی

بھی، صرف کتابی علم کارآمد نہیں ہو سکتا ہے۔ کیوں کہ یہ ظاہری علم بعید از عقل اُمور کی کما حقہ رہنمائی نہیں کر سکتا۔ ہاں اس میں کوئی شک نہیں، کہ کتابی علم خدا تک پہنچنے کا ایک صحیح اور سیدھا راستہ بتلاتا ہے۔ لیکن معرفت ذات اور حضوری بغیر تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس کے نہیں ہو سکتی ہے۔ اور یہ دونوں باتیں خود بخود پیدا نہیں ہو سکتی ہیں۔ بلکہ ان کے لیے مرشدِ کامل اور روحانی طبیب کی صحبت درکار ہے۔ اسی خیال کو مدِ نظر رکھ کسی اہل اللہ نے کہا ہے

در کنز و ہدایہ نتواں یافت خُدارا — در مصحف دِل بیں کہ کتابے بہ ازیں نیست

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اختیارِ کلی کہ جہاں چاہیں خواہ زمین ہو یا ملکوت ہو، بحیات حقیقی جسمانی حسی و دنیاوی چلیں اور پھریں ——— حدیث من رانی فی المنام فسیرانی فی الیقظہ سے ثابت ہے

ترجمہ: جو مجھے خواب میں دیکھے گا، وہ ضرور مجھے بیداری میں دیکھے گا۔

لہٰذا وہ اپنے مشتاقوں کو زیارت بیداری میں بالمشافہ کرا سکتے ہیں۔ انشاء اللہ آگے چل کر با دلائل ثابت کروں گا۔

الحاصل جو شخص حیات الانبیاء اور خصوصاً حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ سب سے افضل و اکمل ہے، نہیں مانتا ہے۔ تو وہ مذہبِ اہلِ سنت وجماعت سے خارج ہے۔ اللّٰھم صلِّ علیٰ محمد و علیٰ آل محمد وبارك وسلم۔

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار سے بہت سے مُفاسد اور فتن اُبھرتے ہیں، حتیٰ کہ انکار نبوت حقیقی سے انکار کلمہ تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ ۴۴۵ھ میں ابتدائے انکار مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم سلطان طغرل بیگ سلجوقی کے عہد میں جو کہ نیشاپور میں رہنے والے سمیٰ بیکنری کا عقیدہ تھا۔ کہ نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اب نبی حقیقی نہیں ہے، صرف رسول حکمی ہیں اور انتفائے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو انتفائے نبوت کا ذریعہ بنایا۔ یہ عقیدہ دراصل جزء کلمہ محمد رسول اللہ میں تشکیک کی راہ پیدا کرتا ہے۔ انکار حیاتِ قبر اور انکار نبوت حقیقیہ یہ دونوں کے عقیدے دوش بدوش چلنے لگے، کتاب وسنت کی بہت سی تصریحات نذرِ تاویلات ہونے لگیں، یہاں تک کہ اہلِ حق اس کے ابطال کی طرف متوجہ ہوئے۔ اکابر اہلِ سنت نے ان نظریات کی تردید کی۔

**اہلِ سنت کا عقیدہ**: علم کلام کے مشہور علامہ حسن بن عبد المحسن المشہور بابی عذبہ فرماتے ہیں:

قال ابوحنیفۃ انہ رسول الآن حقیقۃً وقالت الکرامیۃ لا۔ صفحہ ۱۳ طبع حیدرآباد

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی حقیقی طور پر رسول ہیں اور فرقہ کرامیہ کہتا ہے کہ آپ کا رسول ہونا حقیقی نہیں ہے۔

اور کتاب الروضۃ البہیہ فیما بین الاشاعرہ والماتریدیہ صفحہ ۱۵

ھو صلی اللہ علیہ وسلم بعد موتہ باقٍ علی رسالتہ و نبوتہ حقیقۃ کما یبقی وصف الایمان للمومن بعد موتہ وذالک الوصف باقٍ بالروح والجسد معًا لان الجسد لا تاکلہ الارض وانہ صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات شریف کے بعد اب بھی اپنی رسالت اور نبوت پر حقیقی طور پر قائم ہیں۔ جیسا کہ مومن اپنی وفات کے بعد صفت ایمان سے متصف رہتا ہے۔ حقیقی طور پر نبوت پر قائم رہنے کا معنی یہ ہے، کہ آپ اپنی قبر شریف میں روح اطہر اور جسدِ انور کے مجموعہ کے ساتھ زندہ ہیں نہ کہ محض حکمی طور پر۔

بخلاف اس کے روافض اور معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ اس دُنیا سے انتقال کرنے کے بعد روح اور بدن میں کلی مفارقت ہو جاتی ہے۔

اِس انکارِ حیاتِ جسمانی و دُنیاوی میں سب سے بڑا فاسد عقیدہ وہ ہے جو کرامیہ نے اختیار کیا ہے وُہ یہ ہے۔ کہ:

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات شریفہ کے بعد صرف حکمی طور پر نبی اور رسول ہیں۔ حقیقی اعتبار سے آپ نبی نہیں ہے۔“ (نعوذ باللہ من ذلک)

امام حدیث احمد بن حسین البیہقیؒ المتوفی ۴۵۸ھ اس زمانے میں زندہ تھے۔ آپ نے اور امام ابو القاسم عبدالکریم القشیری نے نہایت قوت اور ثابت قدمی سے کرامیہ کا مقابلہ کیا۔ اور تمام الزامات کی دھجیاں اڑا دیں۔

اور اسی طرح علامہ ابن عابدین شامی جلد ۳ صفحہ ۳۶۶

واما ما نسب الی الامام الاشعری امام اھل السنۃ والجماعۃ من انکار نبوتہ بعد الموت فھو افتراءٌ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ دُنیاوی حسی حقیقی کا بعد وفات انکار کرنا اور پھر اسے اہل سنت وجماعت کے امام اشعری کے ذمہ لگانا افتراء اور

| | |
|---|---|
| و بهتان والمصرح فی کتبه و کتب | بہتان ہے جب کہ امام اشعری کی کتابوں میں اور اس |
| اصحابه خلاف ما نسب الیه بعض | کے ساتھیوں کی کتابوں میں ان دشمنوں کے پروپیگنڈا |
| اعدائه لان الانبیاء علیہم الصلوٰۃ | کے خلاف پایا گیا ہے۔ اور ان کی کتب میں صراحتاً مرقوم |
| والسلام احیاءٌ فی قبورھم۔ | ہے کہ سب انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں |
| | زندہ ہیں۔ حیات جسمانی دنیاوی حقیقی حسی کے ساتھ۔ |

پس بتوفیق اللہ اس کتاب کا نام "نجم الھدیٰ فی مسئلہ حیاۃ المصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم" رکھا گیا ہے۔ اگرچہ پہلے ارادہ تھا، کہ اس مبارک کتاب میں حیاۃ اربعہ یعنی حیات المؤمن، اور حیاۃ الاولیاء، حیاۃ الشہداء اور حیات الانبیاء کو لکھوں۔ لیکن بوجہ طوالت مضمون اب صرف ایک مسئلہ حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ سب حیاتوں سے اعلیٰ و اکمل اور افضل ہے۔ یعنی حیاتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ساری کتاب لکھوں۔ اس امید پر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی کی بارگاہ میں منظور ہو جائے۔ اس کتاب مبارک کو دو دفعہ روضۂ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جالیوں کے سامنے بھی پیش کیا گیا۔

ع گر قبول افتد زہے عزو شرف

اور میری آخرت سنورنے اور بخشنے کا ذریعہ بن جائے۔ آمین ثم آمین

ے روزے قیامت ہر کسے در دست گیرد نامہ

من نیز حاضر می شوم تعریف جاناں در بغل

اس مبارک کتاب میں مسئلہ حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں چار فصلیں ہیں

۱۔ الفصل الاوّل فی الآیات التی دلت علیٰ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم التی ھی اکمل و افضل من حیاۃ الاولیاء والشہداء والانبیاء علیہم السلام

۲۔ والثانی فی الاحادیث النبویۃ صلی اللہ علیہ وسلم

۳۔ والثالث فی مسلک خلفاء راشدین

۴۔ والرابع فی اجماع الامۃ والائمہ۔

# الفصل الاوّل

## فی الآیات

۱۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۝

۲۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا الخ

ہر دو آیات شہداء کے حق میں ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات اکمل ہے۔ من حیات الاولیاء والشہداء والانبیاء، تو نفس شہادہ آپ کے لیے یقیناً ثابت ہوگئی۔ کیونکہ جس اسم تفضیل میں قصد زیادتی ہو، تو اس میں شرط یہ ہے۔ کہ اس کا موصوف بعض مفضل علیہ کا باعتبار مفہوم اللفظ ہو۔ اگرچہ بحسب ارادہ مضاف الیہ سے خارج ہوگا۔ کیونکہ اگر باعتبار ارادہ خارج نہ ہو۔ تو تفضیل شئی علیٰ نفسہ لازم آئے گی، جو کہ باطل ہے۔ ملاحظہ ہو، شرح جامی صفحہ ۲۸۲

(۱) فیشترط فی استعمالہ لہذا المعنی ان یکون موصوفہ بعضا منہم داخلا فیہم بحسب مفہوم اللفظ وان کان خارجا عنہم بحسب الارادۃ لان المقصود من استعمالہ ہذا تفضیل موصوفہ علی مشارکیہ فی ہذا المفہوم العام۔

اور نیز ملاحظہ ہو۔ مرغوب ترجمہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی جذب القلوب صفحہ ۲۷۱

"اور باتفاق علماء کرام کبار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعد وفات کے کچھ شبہ

نہیں ہے، اور اسی طرح سارے انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبر شریف میں بحیات کامل تر
و بحقیقت تر حیات شہداء سے زندہ ہیں۔ جس کی خبر اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں دیتا ہے۔ اور
کیوں کر نہ ہو۔ حال یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید الشہداء ہیں۔ اور اعمال شہداء آپکے
میزان میں ہیں۔"

اور اسی طرح زرقانی شرح مواہب اللدنیہ جلد ۸ صفحہ ۳۰۹ میں ہے:

(ولاشك ان حياة الانبياء ثابتة معلومة مستمرة ثابتة فى الاستمرار)
(فلا تكرار ونبينا صلى الله عليه وسلم افضلهم) بالنصوص والاجماع
واذا كان كذالك فينبغى بحيث ان تكون حياته اكمل واتم من حياة سائرهم)
اى الانبياء عليهم السلام۔

ترجمہ: بیشک حیاۃ الانبیاء ثابت ہے۔ اور معلوم ہے۔ اور مستمرہ ہے اور ثابتہ فی الاستمرار ہے۔
صاحب مواہب نے لفظ ثابتہ دو جگہ ذکر کیا ہے۔ اس کا جواب زرقانی نے دیا ہے۔
کہ پہلا ثبوت مطلق ہے اور دوسرے ثبوت میں مراد ثبوت فی الاستمرار ہے۔ لہذا تکرار
نہ آیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم افضل ہیں، سب سے نصوص سے اور اجماع سے تو ثواب
ہے کہ آپ کی حیات اکمل ہے، حیات انبیاء سے بلکہ آپ ابو الارواح ہیں اور آپ کے
روح سے کل ارواح پیدا ہوئی ہیں۔ جیسا کہ آدم علیہ السلام ابوالبشر ہیں، یعنی کل نفوس
نفس آدم علیہ السلام سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور بوجہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے
(اوّل ما خلق اللہ روحی) سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا روح پیدا فرمایا۔ کیوں کہ
اوّل ہر چیز خواہ حیوان ہو یا نباتات ہو جو منشا اس کا ہوتا ہے، سو سب کا منشا ئیں
ہی ہوں۔ ے

گرچہ بصورت من زآدم زادہ ام — من بمعنی جد جدا افتادہ ام

اسی حیات حقیقی کے متعلق احمد بن حجر ہیتمی اپنی کتاب الجوہر المنظم صفحہ ۲۳ میں کہتے ہیں:

وقد ثبت حياة الشهداء فى البرزخ بنص القرآن الكريم وصرح ابن عباس
وابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنهما بانه صلى الله عليه وسلم مات شهيداً

ویؤیدہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرض موتہ مازالت اکلۃ خیبر ای

بالضم لانہ لم یاکل الا لقمۃ واحدۃ تعاودہ فی حتی کان الآن قطع ابھری

ای اکلہ من الشاۃ التی سمت لہ بخیبر بسم قاتل من ساعت وانما لم یؤثر

فیہما لأمعجزۃ لہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم اثر فیہ بعدہ قال العلماء

لیجمع اللہ تعالیٰ لہ بین درجتی الشہادۃ والنبوۃ انتہیٰ

ترجمہ: شہیدوں کی زندگی برزخی عالم میں نصِ قرآن سے ثابت ہے۔ رئیس المفسرین ابن عباس و ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے تصریح کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوئے ہیں۔ اور اس کی مؤید وہ حدیث ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرضِ وصال میں بیان فرمائی کہ خیبر والی زہر قاتل کے اثرات اب لوٹ رہے ہیں اور میرے دل کی رگ کو کاٹ دیا۔ اس وقت زہر کا اثر نہ تھا۔ یہ آنحضرتؐ کا معجزہ تھا۔ علماء نے کہا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں شہادت اور نبوت کے ہر دو مرتبہ جمع کر دیئے۔"

اور اسی طرح علامہ عبد الباقی زرقانیؒ نے زرقانی جلد ۵ صفحہ ۳۳۲ میں لکھا ہے:۔

وقل نبی الاوقد جمع مع النبوۃ وصف الشہادۃ فیدخلون فی عموم قولہ تعالیٰ

ولا تحسبن الذین قتلوا الخ۔ واخرج احمد وابو یعلی والطبرانی والحاکم والبیہقی

عن ابن مسعود قال لان احلف تسعاً ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل قتلا

احب الی من ان احلف واحدۃ انہ لم یقتل وذالک ان اللہ اتخذہ نبیاً واتخذہ

شہیداً و اخرج البخاری والبیہقی عن عائشۃ کان صلی اللہ علیہ وسلم یقول

فی مرض الذی توفی فیہ لم ازل اجد الم الطعام حین اکلت بخیبر فہذا آوان انقطع

ابھری من ذالک السم:

ترجمہ: اور کم ایسے نبی ہوئے ہیں کہ ان کی وصف نبوۃ کے ساتھ وصف شہادۃ جمع نہ ہو۔ اور عموم قول باری تعالیٰ ولا تحسبن الذین قتلوا الخ میں داخل ہے۔ احمد ابو یعلی طبرانی حاکم عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا اگر میں نو دفعہ قسم اٹھاؤں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قتل کئے گئے ہیں تو اس سے بہتر ہے کہ میں ایک دفعہ قسم اٹھاؤں، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

قتل نہیں کئے گئے ہیں۔ (تو وفد کی قسم قتل سے بہتر ہے، ایک وفد کی قسم عدم قتل سے)
اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ـــــ جیسے نبی بنایا، ویسے ہی شہید بنایا۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، حضورؐ اپنی مرض وفات میں فرماتے تھے کہ میں ہمیشہ درد اس طعام زہر سے پاتا رہا۔ جو کہ میں نے خیبر میں کھایا تھا۔ پس اب وہ وقت آیا جس کی وجہ سے میری رگ دل کٹ گئی۔

۳ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا

قيل جاء اعرابي بعد دفنه عليه السلام فرمى بنفسه على قبره وحثا من ترابه على رأسه وقال يا رسول الله قلت فسمعنا كان فيما انزل عليك ولو انهم اذ ظلموا انفسهم الخ وقد ظلمت نفسي وجئتك استغفر اليه ذنبي واستغفر لي ربي فنودي من قبره قد غفر لك۔

صاحب مدارک نے قصہ اعرابی نقل کر کے کہا، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذریعہ اور وسیلہ بنانا حضورؐ کی حیات پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ بعد وفات بھی اسی طرح وسیلہ ہیں۔ جیسا کہ اعرابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حاضر ہو کر اور بے تاب ہو کر قبر شریف پر اپنے کو گرا دیا۔ مٹی سر پر ڈالنے لگا۔ اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! جو کچھ حضورؐ نے فرمایا۔ ہم نے سنا، اور جو آیات آپؐ پر اتریں ان میں یہ آیت "ولو انہم اذ ظلموا انفسہم الخ" بھی حضورؐ پر نازل ہوئی۔ اب میں گنہگار ہوں اور آیا ہوں۔ خدا سے مغفرت مانگتا ہوں۔ حضورؐ بھی میرے لیے مغفرت مانگیں۔ چنانچہ قبر شریف سے آواز آئی، کہ تیرے گناہ معاف ہو گئے ہیں"

حکایت عتبی اسی باب میں مشہور ہے۔ تمام مذاہب کے علماء نے اس کو نقل کیا ہے اور اپنی کتب میں باب المناسک میں نقل کیا ہے۔ تو یہ قرینہ اس حدیث کے صحیح مستند اور مقبول ہونے کا ہے۔ اور تفسیر ابن کثیر جلد اول سورہ نساء صفحہ ۵۲۰ جو محدثین کے نزدیک مقبول کتاب ہے۔ جس کی نسبت کشف الظنون میں لکھا ہے:

وهذا تفسير جليل فسر بالاحاديث والآثار مسندة من اصحابها وقد ذكر

جماعة منهم الشیخ ابو منصور الصباغ فی کتابه الشامل الحکایة المشهورة عن العتبی قال کنت جالسًا عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجاء اعرابی فقال السلام علیك یا رسول اللہ سمعت اللہ یقول ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا اللہ واستغفر لهم الرسول لوجدوا اللہ توابًا رحیمًا۔ وقد جئتك مستغفرًا لذنبی مستشفعًا بك الی ربی ثم انشاء یقول۔

یا خیر من دفنت فی الارض اعظمه ۔ فطاب من طیبهن القاع والاکم
انت النبی الذی ترجی شفاعته ۔ عند الصراط اذا ما زلت القدم
نفسی الفداء لقبر انت ساکنه ۔ فیه العفاف وفیه الجود والکرم

اے بہترین ان لوگوں کے جن کا جسم مبارک ہموار زمین میں دفن ہوا۔ پھر اُن کی خوشبو سے زمین اور زمین کے اونچے ٹیلے مہک اُٹھے۔ میری جان اس قبر پر فدا ہے جس میں آپ رہتے ہیں اس میں پارسائی ہے، اور اُسی قبر میں سخاوت اور کرم ہے۔

مرغوب ترجمہ جذب القلوب صفحہ ۲۱۴ میں ہے:۔

”یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے درگاہِ رسالت پناہ میں حاضر ہونے کی ترغیب پر اور اس ترغیب پر کہ انسان کو آستانے شریف پر حاضر ہو کر سوالِ مغفرت کرنا چاہیئے تاکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے دعا مانگیں اور آپ اللہ سے اُس کے لئے سفارش کریں، اور یہ ایک رُتبہ عظیم ہے۔ منقطع ہونے والا نہیں ہے، اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حیات و ممات برابر ہے۔ اور استغفار فرمانا، آپ کا امت کے واسطے بعد وفات کے وقت ملاحظہ کرانے ملائکہ کے نامہ ہائے اعمال امت کے، جیسا کہ فصل سابق میں مذکور ہو چکا ہے، ثابت ہے۔ اور آپ کے کمالِ رحمت سے جو کہ اُمت کے حال پر مبذول ہے۔ ثابت ہے“

اُمید ہے کہ آستانہ شریف پر حاضر ہونے والے کے حق میں بہ نسبت اوروں کے یہ استغفار نہایت ابلغ و اولیٰ ہو گا۔ اور سارے علماء نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت حیات و ممات کا برابر ہونا اس آیت مجیدہ سے سمجھ کر آداب زیارت میں درج کیا، اور لکھا ہے کہ اس آیت کو حضوری کے

وقت پڑھ کر طلبِ مغفرت اس جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کریں اور حکایت اس اعرابی کی، جو آپ کی وفات کے بعد حاضر ہوا تھا اور پھر یہ آیت پڑھی تھی، مشہور و معروف ہے۔ اور جس کسی نے مذاہب اربعہ والوں سے مناسکِ حج میں جو کتاب لکھی ہے، تو انہوں نے یہ حکایت بھی نقل کی ہے اور اس کے پڑھنے کا استحسان لکھا ہے۔ پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحیات دنیاوی حسی حقیقی زندہ ہیں۔ اور گنہگاروں کی فریاد اور استغفار سنتے ہیں۔

۲ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿پ ۱۷ سورہ الانبیاء﴾

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:۔ فکانت حیاتہٗ رحمۃً ومماتہٗ رحمۃً کما قال علیہ السلام: حَیَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ وَمَوْتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ۔

اور نیز ملاحظہ ہو: تفسیر روح البیان جلد ۵ صفحہ ۵۲۹

ثم اعلم ان حیاتہ علیہ السلام رحمۃٌ ومماتہٗ رحمۃٌ وکما قال (حیاتی خیر لکم ومماتی خیر لکم) قالوا ھذا اخیرنا فی حیاتک فما خیرنا فی مماتک فقال (تعرض علیَّ اعمالکم کل عشیۃ الاثنین والخمیس فما کان من خیر حمدت اللہ تعالیٰ وما کان من شر استغفر اللہ لکم)

قال المولٰنا الجامی علیہ الرحمۃ

| | |
|---|---|
| زمہجوری برآمد جانِ عالم | ترحم یا نبی اللہ ترحم |
| نہ آخر رحمۃ للعالمینی! | زمحروماں چرا فارغ نشینی |
| زخاک اے لالہ سیراب برخیز | چو نرگس چند خوابی از خواب برخیز |
| اگرچہ غرق دریائے گناہیم | فتادہ خشک لب برخاکِ راہیم |
| تو ابرِ رحمتی آں بہ کہ گاہے | کنی در حال لب خشکاں نگاہے |
| عاصیاں پر گناہ در دامن آخر زماں | دست در داماں تو وا زندہ جاں در آستین |
| ناامید از رحمتت نتواں شدند | چو توئی در ہر دو عالم رحمۃ للعالمین |

قال بعض الکبار "وما ارسلنٰک الا رحمۃً" مطلقۃً تامۃً کاملۃً عامۃً شاملۃً جامعۃً محیطۃً بجمیع المقیدات من الرحمۃ الغیبیۃ والشہادۃ العلمیۃ والغیبیۃ والوجودیۃ

والشهودیۃ والسابقۃ واللاحقۃ وغیرذلک للعالمین جمع عوالم ذوی العقول وغیرہم من عالم الارواح والاجسام ومن کان رحمۃ للعالمین لزم ان یکون افضل من کل العالمین۔

ترجمہ: کہا بعض کبار نے نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر رحمت مطلقہ، تامہ، کاملہ، عامہ، شاملہ جامعہ گھیرا کرنے والی سب مقیدات کو جو بھی ہوں۔ مقیدات کی تفصیل یہ ہے۔ رحمتِ غیبیہ، شہادۃ علمیہ، عینیہ، وجودیہ، شہودیہ، سابقہ اور لاحقہ، اور اس کے ماسوا اور جو بھی ہیں اور کلمہ للعالمین جو رحمۃ للعالمین میں ہے۔ یہ جمع عوالم ہے۔ وہ عقل والے یا غیر ذوی العقول ہوں، عالم ارواح سے یا عالم اجسام میں سے ہوں۔ اور جو ہستی سب جہان کے لئے رحمت ہو۔ اس کے لیے لازم ہے کہ وہ سب جہان سے افضل ہو۔ بلکہ سب جہان کو حیاۃ آپ سے ملی ہے۔ صفحہ ۵۲۸

---

فاذا قدم العالم صار العالم حیا بوجودہ لانہ روح جمیع الخلائق۔

ترجمہ: آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جب اس جہان دُنیا میں تشریف لائے۔ تو آپ ہی کی برکت سے سب جہانوں کو وجودی زندگی عطا ہوئی۔ (تفسیر ابنِ کثیر جلد ثالث)

۵ واذ اخذ اللہ میثاق النبیّن لما آتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتومنن بہ ولتنصرنہ قال ءاقررتم واخذتم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشاھدین۔ (پ۳)

ترجمہ: اور یاد کرو جب لیا اللہ نے پیغمبروں سے اقرار جو کچھ کتاب اور سمجھ دین تم کو دی۔ پھر پیغمبر تمہارے پاس آئے۔ تصدیق کرنے والا تمہاری کتابوں کی، تو اس پر ایمان لائیو۔ اور اس کی مدد کیجیو۔ حق تعالےٰ نے فرمایا۔ اے پیغمبروں کے گروہ۔ کیا اس کا اقرار کیا۔ اور میرا عہد قبول کرلیا۔ پس پیغمبروں نے کہا۔ ہم نے اقرار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اب تم گواہ رہو اور میں تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

اور اسی طرح تفسیر ابنِ کثیر جلد اوّل صفحہ ۳۷۹ میں ہے:

قال علی ابن ابی طالب وابن عمر وابن عباس رضی اللہ عنہم، ما بعث اللہ

نبیا من الانبیاء الا اخذ الیه المیثاق لئن بعث اللہ محمداً وھو حیٌ لیؤمنن

بہ ولینصرنہ وامرہ ان یاخذ المیثاق علیٰ امتہ لئن بعث محمد صلی اللہ علیہ وسلم

وھم احیاءٌ لیؤمنن بہ ولینصرنہ وقال طاؤس والحسن البصری وقتادہ اخذ

اللہ میثاق النبیین ان یصدق بعضھم بعضاً وھذا لا یضاد ما قالہ علی

وابن عباس ولا ینفیہ بل یستلزمہ ویقتضیہ۔

ترجمہ: کسی نبی کو اللہ تعالیٰ نے نبیوں میں مبعوث نہیں کیا، مگر اس سے یہ وعدہ لیا کہ اگر حضور علیہ السلام تیری زندگی میں تشریف لائے تو آپؐ سے ضرور ایمان لانا پڑے گا اور ان کی امداد بھی کرنی پڑے گی۔ اور ساتھ ہی یہ حکم بھی ہوا کہ اپنی امت سے بھی یہ وعدہ لینا، کہ اگر ان کی زندگی میں بھی حضور علیہ السلام تشریف لائے تو اس امت کو بھی دونوں کام کرنے پڑیں گے، یعنی ایمان اور نصرت۔ طاؤس اور حسن بصری اور قتادہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ یہ میثاق اللہ نے نبیوں سے اس امر کا لیا، کہ ہر نبی اپنے پہلے نبی کی تصدیق کرے گا۔ اور یہ تفسیر، پہلی تفسیر حضرت علیؓ اور حضرت ابنِ عباسؓ کے مخالف نہیں ہے بلکہ اس کو لازم اور مقتضی ہے۔

تفسیر مدارک جلد ثالث صفحہ ۵۲۹ میں ہے:۔

لتؤمنن بہ ولتنصرنہ: ای الرسول وھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تفسیر خازن جلد ۳ صفحہ ۵۲۹ میں ہے:

ثم جاءکم رسول قال البغوی قال اللہ عزوجل

حین استخرج الذریۃ من صلب آدم و

الانبیاء فیھم کالمصابیح اخذ علیھم المیثاق

فی امر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اقررتم واخذتم

علیٰ ذالکم اصری الآیۃ

ترجمہ: پھر تمہیں میں آیا رسول یعنی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، جو تصدیق کرنے والا ہے

اس کتاب کی، جو تمہارے پاس تھی اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے کتب انبیاء سابقہ میں حضورؐ کی وصف اور شرح احوال کی تھی۔ تو جب آپ کی صفات اور احوال مبارکہ اُن کی کتب منزلہ کے مطابق ہوئے، تو حضورؐ ان کے مصدق ہو گئے۔ تو آپ پر ایمان اور آپ کی فرمانبرداری لازم ہو گئی۔

تفسیر روح المعانی ج ۳ صفحہ ۲۰۹ میں ہے:

واختلف فی المراد من الاٰیۃ فقیل انما علیٰ ظاھرھا و یؤید ذالک ما اخرجہ ابن جریر عن علی کرم اللہ وجھہ قال لم یبعث اللہ تعالیٰ نبیاً اٰدم فمن بعدہ الا اخذ علیہ العھد فی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ لئن بعث وھو حیٌّ لیؤمنن بہ ولینصرنہ ویامرہ فیاخذ العھد علی قومہ ثم تلا الاٰیۃ وعدم ذکر الامم فیھا حینئذٍ لانھم۔ معلومون بالطریق الاولیٰ او لانہ استغنی بذکر النبیین عن ذکرھم ففی الاٰیۃ اکتفاء لیس فیھا الجمع بین المتنافیین۔

ترجمہ اس آیت کے مقصود مراد میں اختلاف ہے۔ بعض تو اسے ظاہر پر ہی رکھتے ہیں اور اسکی مؤید ابن جریر کی نقل کردہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تفسیر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے لے کر تا عیسیٰ علیہ السلام کسی نبی کو مبعوث نہیں کیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اُس سے عہد لیا، کہ اگر تمہارے زمانہ میں حضور علیہ السلام تشریف لائیں، تو ان کے ساتھ ایمان اور نُصرت دونوں کام ضرور کرنے ہوں گے۔

اُمت کا ذکر نہ کرنے کی دو وجہیں ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے۔ کہ نبیوں کے عہد سے اُن کی امتوں سے عہد لینا بطریق اولیٰ معلوم ہو گیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جب نبیوں کا ذکر آیا۔ تو اُن کے ذکر کی ضرورت ہی نہیں۔ اس لئے آیت میں ایک کے ذکر پر اکتفا کیا ہے۔ اور جمع بین المتنافیین نہیں ہے۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں سب تفاسیر متفق ہیں۔ کہ ظاہر آیت کا یہی معنیٰ ہے۔ کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء و مرسلین کے نبی ہیں اور اُن کی اُمتیں سب حضورؐ کی اُمتی ہیں۔ حضورؐ کی نبوت اور رسالت زمانہ سیدنا ابوالبشر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روزِ قیامت تک جمیع خلق اللہ کو شامل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ "کنت نبیاً و اٰدم بین الماء و الطین"

اپنے معنی حقیقی پر ہے ۔ اگر ہمارے حضور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام ـــــــــ کے زمانے میں ظہور فرماتے ۔ تو ان پر فرض ہوجاتا ، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے ۔ اور حضور علیہ السلام کے مددگار ہوتے اور اسی کا اللہ تعالیٰ نے اُن سے عہد لیا تھا ۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی الانبیاء ہونے کا ثبوت یہ ہے ۔ کہ شب اسریٰ میں تمام انبیاء و مرسلین نے حضور کی اقتداء کی ۔ تو حضور کے لئے وصفِ نبوت قبل از وجودِ عنصری اور وقتِ حیات و بعد وفات یکساں و برابر ہے ۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بھی یکساں ہے ۔ اور بعد وفات آپ زندہ ہیں ۔ کیوں کہ آپ کی وصفِ نبوت و حیات حالات ثلاثہ میں یکساں ہیں ۔

زرقانی شرح مواہب جلد ۸ صفحہ ۳۰۹ میں ہے ۔

واللازم یجب وجوده عند ملزومه او ملزوم ملزومه کیوں کہ ہر چیز جب ثابت ہوتی ہے تو اپنے لوازمات کے ساتھ ثابت ہوتی ہے ۔

اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد وفات کے زندگی دائم عطا کی گئی ۔ زرقانی جلد ۸ صفحہ ۳۱۰ میں ہے :-

ان موته لم یستمر وانه احی بعد الموت حیاة حقیقیة ولا یلزم منه ان یکون البدن معها کما فی الدنیا من الحاجة الی الطعام وشراب وغیر ذلك من صفات الاجسام التی نشاهدها ۔ ای لان ذالك عادی لاعقلی والملائکة احیاء ولا یحتاجون الی ذلك ۔

ترجمہ : حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد موت حیات حقیقی اللہ تعالیٰ نے بخشی ۔ ہاں آپ کی حیاتِ مبارکہ اس دنیاوی طعام کی محتاج نہیں ، جیسا کہ ملائکہ زندہ ہیں اور محتاج طعام نہیں ۔

۶ یا ایها الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجهروا له بالقول کجهر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون ۝ ان الذین یغضون اصواتهم عند رسول الله اولئك الذین امتحن الله قلوبهم للتقوی لهم مغفرة واجر عظیم ۝ (سورہ حجرات پ ۲۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے سبقت مت کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔
اے ایمان والو! اپنی آواز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند مت کرو۔ اور آپ سے ایسے کھل کر نہ بولو، جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو۔ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پست رکھتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے خالص کر دیا ہے اور اُن لوگوں کے لئے مغفرت اور اجرِ عظیم ہے۔ جو لوگ حجروں کے باہر سے آپکو پکارتے ہیں، ان میں اکثروں کو عقل نہیں ہے۔ اگر یہ لوگ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ باہر تشریف لاتے، اُن کے پاس، تو ان کے لئے یہی بہتر تھا اور اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔"

اور بعد نزول ان آیات کے صحابہ کبار کی یہ حالت ہو گئی، کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! قسم ہے کہ اب مرتے دم تک اس طرح بولوں گا جیسا کہ کوئی سرگوشی کرتا ہو (کذا فی راوی عن البیہقی) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس قدر آہستہ بولنے لگے، کہ بعض اوقات دوبارہ پوچھنا پڑتا تھا۔ کذا فی الصحاح تفسیر ابن کثیر صفحہ ۲۰۶۔

انبأنا موسیٰ بن انس بن مالك رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم افتقد ثابت بن قیس رضی الله تعالیٰ فقال رجل یا رسول الله انا اعلم لك علمه فاتاه فوجده فی بیته ناكسا رأسه فقال له ما شانك فقال لشر كان یرفع صوته فوق صوت النبی صلی الله علیه وسلم فقد حبط عمله فهو من اهل النار فاتی الرجل النبی صلی الله علیه وسلم واخبره انه قال كذا وكذا قال موسیٰ نرجع الیه المرة الآخرة ببشارة عظیمة فقال له اذهب فقل له انك لست من اهل النار ولكنك من اهل الجنة تفرد به البخاری من هذا الوجه۔

ترجمہ: ثابت ابن قیس رضی اللہ عنہ بلند آواز والے تھے۔ جب یہ آیت لا ترفعوا الخ نازل ہوئی تو اُن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ پایا۔ ایک شخص نے عرض کی، میں ان کی پوری خبر لاتا ہوں

سو انہوں نے ثابت بن قیس کو سر جھکائے ہوئے اپنے گھر میں مغموم پایا۔ کہا کیا حال ہے۔ انہوں نے کہا، بُرا حال ہے۔ اور وجہ یہ بیان کی، کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند آواز کرے۔ اس کے عمل باطل ہو جاتے ہیں پھر اس شخص نے بارگاہِ رحمۃ للعالمین میں سب ماجرا اُن کا بیان کیا راوی کا کہنا ہے پھر دوبارہ وہ شخص حضرت ثابت بن قیسؓ کے پاس بحکم حضورؐ گیا۔ اور حضورؐ نے فرمایا، جا اور اسے کہہ، تو دوزخی نہیں ہے اور یقیناً بہشتی ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کے حقوق و آداب بیان کئے گئے ہیں، کہ آپؐ کو صفات میں اپنا مثل نہ سمجھو۔ اگر اُن سے کھل کر عوام کی طرح بے باکانہ گفتگو کرے گا، تو اعمال ضبط ہو جائینگے سبحان اللہ! کیا عظمتِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ گناہوں سے ضبط اعمال نہیں ہوتے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پریشانی خاطری اور ناراضی اور اپنے جیسا عام بشر سمجھ کر بیباکی کی گفتگو سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ اگر لفظ یتیم بھی مقامِ حقارت میں کہا، تو کافر ہو جائے گا۔ شفا شریف قاضی عیاض ص ۳۴۲ میں ہے۔

وافتی القابسی) ابو الحسن علی ابن محمد بن خلف المعافری القیروانی شیخ الحدیث والفقہ مالک العزیز الزاھد العابد صاحب التصانیف الجلیلۃ فی الفقہ والاصول عدیم النظیر توفی سنۃ ثلاث واربعمائۃ (فیمن قال فی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحمال بفتح الحاء المھملۃ وتشدید المیم قبل الالف اللام وذالک لانہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اشتری شیئا من السوق حملہ بنفسہ فاذا لقیہ من اراده بحملہ قال رب المتاع اولی بحملہ کما روی فی کتب الحدیث (یتیم ابی طالب لانہ رباہ بعد موت ابیہ وجدہ عبد المطلب (بالقتل) لما فیہ من الاستخفاف والتحقیر وقصد قائلہ ذالک لقیام قرینۃ علیہ کالسیاق۔

پس ثابت ہو گیا، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آواز بلند کرنا بے ادبی اور گستاخی ہے اور جو ایسا کرے گا، اس کے عمل بالکل ضبط ہو جائیں گے۔ حتیٰ کہ کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یتیم و فقیر و مسکین مقامِ حقارت میں کہا، وہ بھی بے ادبوں میں شمار ہو گا۔

شفا قاضی عیاض جلد ۲ ص ۳۲۶ میں ہے، قال الزرکشی والسبکی انہ لا یجوز کیونکہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے: ووجدک عائلاً فاغنیٰ۔ اور اسی طرح روح المعانی ص ۱۳۶ تحت آیۃ ہذا ہے:

والقاعدہ المختارۃ بان ایذائہ علیہ السلام یبلغ مبلغ الکفر

المحبط للعمل بالاتفاق فورد النہی عنہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا کفر تک پہنچ جاتی ہے جس سے اعمال بالاتفاق ضبط ہو جاتے ہیں۔

تفسیر روح البیان صفحہ ۶۵ جلد ۹ میں ہے:

قال البقلی فی العرائس اعلمنا اللہ لھذا التادیب ان خاطر حبیبہ من کمال لطافتہ ومراقبۃ جمال ملکوتہ کان یتغیر من الاصوات الجہریۃ وذلک من غایۃ شغلہ باللہ وجمع ھمومہ بین یدی اللہ فکان اذا جہر احد عندہ یتاذی قلبہ ویضیق صدرہ من ذلک کان یتقاعد سرہ لحظۃ من السیر فی میادین الازل فخوفہم اللہ من ذلک فان تشویش خاطرہ علیہ السلام سبب بطلان الاعمال ومن العرش الی الثری لایزن عند خاطرہ ذرۃ واجماع خاطر الانبیاء والاولیاء فی المحبۃ احب الی اللہ من اعمال الثقلین وفیہ حفظ لحرمۃ الرسول اللہ وتادیب المریدین بین یدی اولیاء اللہ۔ آگے چل کر صفحہ ۶۶ میں ہے وتذکرہ بعض العلماء رفع الصوت عند قبرہ علیہ السلام لانہ حیٌّ فی قبرہ۔

ترجمہ: بقلی نے اپنی کتاب عرائش میں لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ ادب اس لئے بتایا کہ حضورؐ کا قلب مبارک کمال لطافت رکھتا ہے اور اللہ کے جمالِ ملکوت میں ہر وقت مستغرق رہتا ہے۔ تاکہ ان بلند آوازوں سے اس میں تغیر و تبدل پیدا نہ ہو۔ کیوں کہ آپ کو ہر وقت غایت شغل اللہ کے ساتھ ہوتا ہے اور سب آپؐ کے ہموم اللہ کے سامنے ہوتے ہیں۔ تو اس لئے جب کوئی آواز بلند کرے آپ کے پاس، تو اس وقت آپؐ کے دل کو دُکھ پہنچتا ہے، اور صدر مبارک میں تنگی پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے اس گھڑی آپؐ ازل کے میدانوں سے رُک جاتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے تمام اُمت کو ڈرایا، اور کہا کہ اگر ایسا کرو گے تو سب عمل باطل ہو جائیں گے اور اس کا کوئی علاج نہ ہوگا۔ بوجہ دکھانے دلِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ کیونکہ عرش سے لے کر ثریٰ تک آپ کے قلب مبارک کے مقابلے میں کوئی چیز ایک ذرہ کی وقعت بھی نہیں رکھتی اور اجتماع قلوب انبیاء و اولیاء محبت میں بہت محبوب تھے بیں اعمال الثقلین سے۔ پس اس آیت کے اُترنے کے بعد اصحابہ کبارؓ حضورؐ کے ساتھ بلند آواز سے

کلام نہ کرتے تھے۔ اس لئے حضورؐ کے روضہ اطہر کے سامنے بھی آواز بلند کرنا آجکل بھی منع ہے۔ کیوں کہ جو آداب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زندگی میں تھے۔ وہی آداب آپؐ کے روپوش ہونے کے بعد بھی رکھے جائیں گے۔ دیکھو مواہب اللدنیہ میں ہے۔

ترجمہ صفحہ ۹۶۔ بعض علماء نے قبر مبارک کے سامنے آواز بلند کرنا منع کیا ہے۔ کیونکہ آپؐ حیاۃ دُنیاوی حسی حقیقی کے ساتھ زندہ ہیں۔

نگاہ دار آداب در طریق و نیاز ؎ کہ گفتہ اند طریقت تمام آدابست

ہم اللہ کریم سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں اس گروہ میں کرے جو ادب تعظیم کرتے ہیں۔ انسان کے سارے بدن میں جتنے اعضاء ہیں سب کا رئیس قلب ہے پس مُسلم کے قلب سے امتحان لیا جاتا ہے کہ تمہارے دِل میں ادب حضور صلی اللہ علیہ وسلّم ہے یا نہیں اگر ادب مکمل ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ۔ (القرآن) مغفرۃٌ میں تنکیر تعظیم کے لئے ہے اس کے متعلق روح البیان صفحہ ۹۶ جلد ۹ میں لکھا ہے تنکیر اَجرٌ کی تعظیم کے لئے ہے یعنی ان کے لیے بہت بڑی بخشش اور اجرِ عظیم ہے جس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا، یہ نیا جملہ ہے جو پست آواز کرنیوالوں کی تعریف کے لئے ذکر کیا گیا ہے اور تعریض ہے برا ہونے حال ان لوگوں کے جو حضورؐ کے سامنے آوازوں کو پست نہیں کرتے اَیْ ثابتٌ لَهُمْ غفرانٌ واَجرٌ عظیم لَا يُقَادِرُ قَدْرَهُ لِغَضِّهِمْ وَسَائِرِ طَاعَاتِهِمْ نَحْوَ اِسْتِيناف لبيان جزاء الغاضين مَدْحًا لِحَالِهِمْ وَتَعْرِيْضًا بِسوءِ حالٍ من ليس مثلهم جو لوگ آوازوں کو حضورؐ کے سامنے پست کرتے ہیں۔ اور ادب سے گفتگو کرتے ہیں ان کے دلوں کا اللہ تعالیٰ نے امتحان لے لیا ہے اور تقوے میں وہ مکمل ہو گئے ہیں کیوں کہ اصل تقویٰ ایمان بالرسول کے بعد ادب حضورؐ ہے جیسا کہ سورۃ اعراف پارہ ۹ میں ہے۔

فالذين آمنوا به وعزروه ونصروه واتبعوا النور الذی انزل معه اولٰئك هم المفلحون ؕ

ترجمہ: جو لوگ حضورؐ کے ساتھ ایمان لائے اور تعظیم حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی کی اور حضورؐ کے دین کی امداد کی اور جو نُور آپ پر اُترا یعنی (قرآن پاک) اسکی اتباع کرتے ہیں تو یہی جماعت مفلحین میں سے ہے۔"

پس اسی ادب کی وجہ سے طاعات میں سے ادب کا ثواب زیادہ ہے اور بخشش بھی زیادہ

ہے یعنی بہت بڑی بخشش اور بہت بڑا ثواب بوجہ ادب کرنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لہم مغفرۃ وّ اجرٌ پر تنوین تعظیم کی ہے جیسا کہ صاحبِ روح البیان نے بیان کیا ہے۔ اور جو لوگ دیواروں سے باہر حضور کو بلانے کے لئے آوازیں بلند کرتے ہیں ان میں اکثر لوگ بیوقوف ہیں۔ جیسا کہ آیت مبارکہ ہے ان الذین ینادونك من وراء الحجرات اکثرہم لا یعقلون ”جو لوگ آپ کے حجرہ مبارک کے باہر بلانے کے لئے آواز کرتے ہیں انمیں اکثر لوگ بیوقوف ہیں“ کیونکہ ان میں اگر عقل ہوتی تو یہ جرأت نہ کرتے جیسا کہ تفسیر روح البیان جلد ۹ صفحہ ۶۸ پر لکھا ہے:۔

فیکون المعنی کلهم لا یعقلون اذ لو کان لهم عقل لما تجاسروا علی هذه المقولة من سوء الادب بل تأدبوا معه بان یجلسوا علی بابه حتی یخرج الیهم الخ۔

ترجمہ: جو لوگ آپ کے حجرہ مبارک کے باہر آپکو بلانے کے لئے آوازیں کرتے ہیں اگر ان میں عقل ہوتی تو ایسی بے ادبی کی جرأت نہ کرتے بلکہ آپؐ کے دروازہ پر ادب سے بیٹھے رہتے حتیٰ کہ آپ باہر تشریف لاتے“۔

اکثر کا لفظ اس لئے کہا کہ ان میں بعض ایسے نہ تھے لیکن ان کے خاموش رہنے کی وجہ سے ان کو کالعدم قرار دے کر ان کو بے ادبوں میں شمار کیا گیا۔ دراصل یہ ندا کرنے والے لوگ بنی تمیم قبیلے سے تھے اور وہ ستر آدمی تھے ان میں دو ۲ آدمیوں نے بلند آواز سے کہا کہ یَا مُحَمَّدُ اخرج الینا فنحن الذین مدحنا زین و ذمنا شین ”ہم وہ گروہ بطور وفد کے آئے کہ ہماری تعریف کرنی بہتر ہے اور ہمارا عیب نکالنا برا ہے۔“ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جاگ اٹھے اور باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ افسوس ہے تمہارے لئے یہ کہنا کہ ہماری مدح بہتر ہے عیب برا ہے اور یہ حکم سب پر لگایا کیوں کہ کہنے والے اگرچہ دو ۲ تھے لیکن راضی اس بات پر سب تھے کیوں کہ الرضاء بالکفر کفر یعنی کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے۔ ان کے متعلق حضورؐ نے فرمایا۔ کہ اگر یہ لوگ دجال سے مقابلہ نہ کرتے تو میں اللہ سے ان کے حق میں بددعا مانگتا کہ اے اللہ ان کو اس بے ادبی کی وجہ سے ہلاک کر دے“۔ پس اس آیۃ مبارکہ لَا ترفعوا اصواتکم کے تحت تفسیر ابنِ کثیر جلد ۴ صفحہ ۲۰۷ میں ہے:۔

وروی لما نزلت هذه الآیه فقد وجد ثابت فی الطریق یبکی فمر به عاصم بن عدی فقال ما یبکیك یا ثابت قال هذه الآیه اتخوف ان

تکون انزلت فی وانا رفیع الصوت علی النبی اخاف ان یحبط عملی وان اکون من اھل النار فمضی عاصم الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وغلب ثابتا البکاء فاتی امراتہ جمیلۃ بنت عبد اللہ بن ابی ابن سلول فقال لھا اذا دخلت بیت فرشی فشدی علی الضبہ بمسمار فضربتہا بمسمار وقال لا اخرج حتی یتوفانی اللہ او یرضی عنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتی عاصم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ خبرہ قال اذھب فادعہ فجاء عاصم الی مکان الذی راہ فیہ فلم یجدہ فجاء الی اھلہ فوجدہ فی بیت الفرش فقال لہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدعوک فقال اکسر الضبہ فاتیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ ما یبکیک یا ثابت فقال انا صیت واتخوف ان تکون ھذہ الایہ نزلت فی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما ترضی ان تعیش حمیدا وتقتل شھیدا وتدخل الجنۃ فقال رضیت ببشری اللہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ارفع صوتی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابدا فانزل اللہ تعالیٰ۔

روایت کیا گیا ہے کہ جب یہ آیت اُتری تو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ راستے میں بیٹھے ہوئے رو رہے تھے ان پر عاصم بن عدی کا گزر ہوا۔ انہوں نے کہا کون سی بات تم کو رُلا رہی ہے۔ انہوں نے فرمایا یہ آیہ لاترفعوا الخ رُلا رہی ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ یہ میرے حق میں نہ نازل ہوئی ہو، کیوں کہ میں بلند آواز والا ہوں۔

پس اس آیتِ مبارکہ "لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی" سے مندرجہ ذیل چیزیں ثابت ہوئیں۔

نمبر ۱: حضورؐ کے سامنے ہر جگہ خواہ گھر ہو خواہ باہر ہو آواز بلند کرنا سخت بے ادبی ہے۔ اس لئے یہ منع ہے اور ایسا منع ہے کہ حضورؐ کی حیات مماتؐ میں برابر ہے۔

نمبر ۲: کوئی ایسا لفظ جس سے ظاہراً و کنایتاً بے ادبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو نہ کہا جاوے،

بے ادبی کا اگر شائبہ بھی ہو تو ایسا لفظ نہ کہا جاوے جیسا کہ ارشاد ایزدی ہے لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا ترجمہ "جب حضورؐ وعظ فرما رہے ہوں تو مکرر اس مسئلہ کو دوبارہ سمجھنے کے لئے راعنا نہ کہو بلکہ انظرنا کہو"۔ کیوں کہ منافق لوگ راعنا کے لفظ سے غلط فائدہ اُٹھاتے تھے۔ کیوں کہ راعنا کا معنی ہے ہماری مدد کرو اور منافق لوگ راعنا عین کے کسرے کو کھینچکر راعینا کہتے تھے۔ یعنی ہمارے ریوڑ چرانیوالے (آجڑی) نعوذ باللہ من ذالک۔ پس اس لفظ سے بھی اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا۔ تاکہ بے ادبوں کو بے ادبی کرنے کا موقعہ بھی نہ ملے۔ اور راعنا کی جگہ اُنظرنا مقرر کر دیا۔ لیکن حیرانی ہے، ان مولویوں پر جن کو شاگردوں اور مریدوں میں علامہ متقی اور راہنمائے دین سمجھا جاتا ہے۔ ان کی کتابوں میں صراحتًا بے ادبی کے الفاظ بحق مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم پائے جاتے ہوں، جو کہ موجب حبط عمل ہیں۔ تو بجائے اس کے اعلانیہ توبہ کرنے کے گول مول الفاظ کہہ کر جان چھڑا جاویں تو یہ کوئی عقلِ سلیم کا کام نہیں، جیسا کہ اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب حفظ الایمان صفحہ ۷ پر لکھا ہے:

"پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کُل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضورؐ ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید عمرو بلکہ ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیوں کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے سے مخفی ہے تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے"۔

پس حق تو یہ تھا، کہ مولانا تھانوی ان بے ادبی کے الفاظ سے اعلانیہ توبہ کرتے کیونکہ لفظ ایسا عُرف میں مماثلت اور مشابہت کے محاورہ میں استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ زید کالاسد کہا جاتا ہے کہ زید شیر کی طرح ہے۔ یعنی بہادری میں اس کے مشابہ ہے۔ اسی طرح جب حضورؐ کے بعض علوم غیبیہ کو بچوں اور بہائم کے مثل لفظ ایسا کہا جائے، تو اس میں صراحتًا مماثلت ہے اور سخت بے ادبی ہے۔ اگر بقول مولوی اشرف علی تھانوی کے لفظ ایسا مشابہت جمیع امور کے لئے نہیں لیکن عام آدمی تو لفظ ایسا سے مشابہت کلی مراد لے گا۔ اور کتاب بسط البنان میں مریدوں سے ڈر کر جو کتاب تغیر العنوان فی بعض عبارات حفظ الایمان لکھی، اور اس عبارت میں مطلق بعض علم غیب کا لفظ بڑھایا اور لفظ ایسا کاٹ دیا۔ یہ محض مریدوں کو خوش کرنے کے لئے تھا۔ لیکن پھر بھی آپ کی جان نہ چھوٹی۔ کیوں کہ اس کو ترمیم

اس نے ضروری نہ سمجھا۔ حفظ الایمان صـ۱۵ میں عیاں ہے۔ کہا یہ ترمیم تحقیقاً نہیں ہے بلکہ صرف درجہ استحسان میں ہے حالانکہ جب مولوی کے الفاظ میں شائبہ بے ادبی پایا گیا جس سے خطرہ تھا کہ ہر ایک آدمی اپنے آپ کو حضورؐ کی مثل بعض علوم مطلقہ میں کہنے لگیگا۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ اتنے بڑے حکیم الامت بزبان مریدین اس لفظ ایسے کو جو حفظ الایمان میں ہے جس سے بچوں اور حضورؐ کے علم کو برابر سمجھا گیا اس سے اعلانیہ تائب ہوتے، لیکن بجائے تائب ہونے کے معمولی عنوان بدلا اپنی ضد پر پکے رہے ؎

از خدا خواہیم توفیق ادب　　　بے ادب محروم ماند از فضل رب

تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ نمبر ۲۰۷ میں ہے۔ اور سارا قصہ بیان کیا ہے اس نے یہ لکھا ہے:

وقد ذکر ھذہ القصة غیر واحد من التابعین کذالك فقد نھی اللہ عزوجل عن رفع الصوة بحضرة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد روینا عن امیر المومنین عمر ابن الخطابؓ انہ سمع صوة رجلین فی مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد ارتفعت اصواتھما فجاء فقال اتدریان این انتم ثم قال من این انتما قالا من اھل الطائف فقال لو کنتما من اھل المدینہ لا وجعتکما ضربا وقال العلماء یکرہ رفع الصوة عند قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم کما کان یکرہ فی حیاتہ علیہ السلام لانہ محترمٌ حیا وفی قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم دائما۔ ترجمہ: اور ذکر کیا ہے اس قصہ ثابت والے کو اکثر تابعین نے پس اللہ جل جلالہٗ نے منع فرمایا ہے آواز بلند کرنا حضورؐ کے سامنے اور ہم نے روایت کی ہے، امیر المومنین حضرت عمر ابن خطاب سے مسجد نبوی میں سُنا کہ دو آدمی آوازیں بلند کر رہے تھے پس حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ نہیں پتہ ہے کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو پھر کہا کس جگہ کے ہو انہوں نے کہا کہ ہم طائف شریف کے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اگر تم مدینہ طیبہ کے باشندے ہوتے تو میں تمہیں سخت مارتا۔ علماء نے کہا ہے مکروہ ہے آواز بلند کرنا حضورؐ کے مزار مبارک پر جس طرح مکروہ ہے حضورؐ کی زندگی میں کیوں کہ حضور محترم ہیں حیاً اور قبر انور میں بھی اسی طرح محترم ہیں اور دائم ہیں۔

تفسیر کبیر جلد نمبر ۸ صفحہ ۵۶۰ میں ہے؛

المنع من رفع الصوت لا یکون الا للاحترام واظہار الاحتشام ومن بلغ احترامہ الی حیث یخفض الاصوات عندہ من ہیبتہ وعلو مرتبہ لا یکثر عندہ الکلام ولا یرجع المتکلم معہ فی الخطاب۔

منع آواز بلند کرنے سے نہیں ہوتا مگر عزت واظہار احتشام کے لئے جو عزت اتنے مقام تک پہنچ جائے جہاں آوازیں پست کرنی پڑتی ہیں، ہیبت اور بلندی مرتبہ کے لئے تو وہاں کلام بھی بہت نہیں کی جاتی ہے۔ اور نہ متکلم خطاب میں دوبارہ کلام کر سکتا ہے۔

اور تفسیر امام ابی جعفر محمد بن جریرؒ نے ۶۷ میں وہی حدیث بیان کی ہے جو روح البیان، ابن کثیر، اور خازن نے بیان کی ہے۔

ے إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے نبی پر، اے ایمان والو ان پر درود اور سلام بھیجو۔

اسی ترجمہ کے حاشیہ پر صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہٗ نے چند مسئلے لکھے ہیں ایک یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ حضرت آدم علیہ السلام سے زیادہ ہے۔ کیونکہ آدمؑ کو فرشتوں نے ایک دفعہ سجدہ کیا۔ مگر ہمارے حضورؐ پر خود اللہ تعالیٰ اور ساری خدائی ہمیشہ دُرود بھیجتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے درود میں سلام بھی آجاتا ہے۔ اسی واسطے ان کے لئے صرف صلوٰۃ کا ذکر ہوا اور ہم کو صلوٰۃ و سلام ے۔ نماز میں درود ابراہیمی میں سلام نہیں ہے کیونکہ سلام التحیات میں ہو چکا اور نماز ساری ایک ہی مجلس کے حکم میں ہے۔ مگر نماز سے باہر وہ دُرود پڑھو جس میں یہ دونوں ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے درود شریف کی جو تعلیم درود ابراہیمی سے فرمائی ہے وہاں نماز کی حالت میں دُرود مراد ہے۔ غرضیکہ درود ابراہیمی نماز میں کامل ہے لیکن نماز سے باہر غیر کامل کہ اس میں سلام نہیں۔

تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صہ ۵۱۴ میں ہے:۔

ے دونوں کا حکم ہوا۔ تیسرے یہ کہ درود شریف مکمل وہ ہے جس میں صلوٰۃ و سلام دونوں ہوں۔

قال الامام احمد حدثنا حسین ابن علی الجعفی عن عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر ابی الاشعث الصنعانی عن اوس ابن اوس الثقفی رضی اللہ عنہم عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من افضل ایامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم وفیہ قبض وفیہ النفخۃ وفیہ الصعقہ فاکثروا علی من الصلوٰۃ ـــــــ فان صلاتکم معروضۃ علی قالوا یا رسول کیف تعرض علیک صلوتنا وقد ارمت؟ یعنی قد بلیت قال ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاءؑ) رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ من حدیث حسین ابن علی الجعفی وقد صحح ھٰذا الحدیث ابن خزیمۃ وابن حبان والدارقطنی والنووی فی الاذکار (حدیث آخر) قال ابو عبداللہ ابن ماجہ حدثنا عمرو ابن سواد البصری حدثنا عبد اللہ ابن وھب عن عمرو ابن الحارث عن سعید ابن ابی ھلال عن زید بن ایمن عن عبادہ بن نسی عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا الصلوٰۃ علی یوم الجمعۃ فانہ مشہود تشھدہ الملٰئکۃ وان احد یصلی علیّ فیہ الا عرضت علی صلاتہ حتی یفرغ منہا قال قلت وبعد الموت قال ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حیؑ یرزق ۔

کہا ہے امام احمد نے حدیث بیان کی ہے ہمیں حسین ابن علی جعفی نے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے اور انہوں نے ابی الاشعث صنعانی سے انہوں نے اوس بن اوس ثقفی رضؓ سے اس نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ افضل تمہارے دنوں میں جمعہ کا دن ہے اس میں حضرت آدمؑ پیدا ہوئے اور اسی دن وصال ہوا اسی دن نفخہ اور صعقہ ہوا ہے پس زیادہ پڑھو درود مجھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کیوں کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ عرض کی صحابہ کبارؓ نے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح ہمارا

درود شریف بعد آپ کی وفات کے پیش ہوگا، جب کہ آپ کا وجود مسعود بوسیدہ ہو چکا ہوگا جواب دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارا خیال غلط ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھاسکے اسکو روایت کیا ابو داؤد نسائی اور ابن ماجہ نے، حدیث حسین ابن علی جعفی سے۔ اس حدیث کو صحیح کہا ہے ابن خزیمہ ابن حبان نووی اور دار قطنی نے کتاب الاذکار میں ذکر کیا ہے۔ (حدیث دیگر) کہا ابو عبداللہ ابن ماجہ نے حدیث بیان کی ہمیں، عمرو بن سوادِ بصری نے انہوں نے کہا حدیث بیان کی ہمیں عبداللہ بن وہب انہوں نے بیان کی عمرو بن حارث سے انہوں نے بیان کی سعید بن ہلال سے انہوں نے بیان کی زید بن ایمن سے انہوں نے بیان کی عبادہ بن نسی سے انہوں نے بیان کی ابی الدرداء سے کہا ابی الدرداء نے کہ فرمایا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھ پر جمعہ کے دن بکثرت درود پڑھا کرو کیوں کہ یہ دن مشہود ہے اکثر فرشتے درود پہچانے کے لئے حاضر ہوتے ہیں کوئی بھی میری اُمت میں جو درود پڑھے وہ مجھ کو پہنچایا جاتا ہے ابی الدرداء نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ کے وصال کے بعد بھی پیش ہوگا آپ نے فرمایا کہ زمین پر حرام ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھائے پس نبی زندہ ہوتا ہے بعد موت کے اور اسے رزق دیا جاتا ہے"۔

پس اس آیتِ مبارکہ کی شرح حدیث ابی الدرداء نے بیان کی ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوا۔ کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گنبد خضراء میں زندہ ہیں بحیات حقیقی دنیاوی حسی درود شریف آپکو پہنچایا جاتا ہے۔ آپ سنتے بھی ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں۔ اس حدیث کو ہم آگے چل کر مفصل بیان کریں گے۔

(ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی) اس آیت کے تحت تفسیر روح البیان پارہ ۲۲ صـ۴۵ اور تفسیر روح المعانی جلد ۲۲ پر لکھا ہے:۔

کالتعلیل لما افادہ الکلام السابق من التشریف العظیم الذی لم یعھد لہٗ نظیر والتعبیر بالجملۃ الاسمیہ لِدلالۃ علی الدوام

والاستمرار وذكر ان الجملة تفيد الدوام نظرا الى صدرها من
حيث انها جملة اسمية وتفيد التجدد نظرا الى عجزها من حيث
انه جملة فعلية فيكون مفادها استمرار الصلات وتجددها
وقتا فوقتا وتاكيدها بان للاعتناء بشان الخبر
وقيل لوقوعها فى جواب سوال مقدر هو ما سبب هذا
التشريف العظيم وعبر بالنبى دون اسمه صلى الله عليه وسلم
على خلاف الغالب فى حكايته تعالى عن انبيائه
عليهم السلام اشعارا بما اختص به صلى الله عليه وسلم من
مزيد الفخامة والكرامة وعلو القدر واكد ذالك الاشعار بال
التى للغلبة اشارة الى انه صلى الله عليه وسلم المعروف
الحقيق بهذ الوصف وقال بعض الاجلة ان ذاك للاشعار بعلة
الحكم ولم يعبر بالرسول بدله ليوافق ما قبله من قوله
تعالى ( وما كان لكم ان تؤذوا رسول الله لان الرسالة افضل
من النبوة على الصحيح الذى عليه الجمهور خلافا للعزبن عبد السلام
فتعليق الحكم بما لا يفيد قوة استحقاقه عليه الصلوة والسلام
للصلاة بخلاف تعليقه بما هو دونها مع وجودها فيه
وهو معنى دقيق فلا تسارع الى الاعتراض عليه واضافة الملئكة
للاستغراق وقيل (ملئكته) ولم يقل الملئكة اشارة الى عظيم
قدرهم ومزيد شرفهم باضافتهم الى الله تعالى وذالك مستلزم
لتعظيمه بما يصل اليه منهم من حيث ان العظيم لا يصدر منه
الا عظيم ثم فيه التنبيه على كثرتهم وان الصلاة من هذا الجمع
الكثير الذى لا يحيط بمنتهاه غير خالقه واصلة اليه على
ممر الايام والدهور مع تجددها كل وقت وحين وهذا

ابلغ تعظیم وانمیاه واشمله واکمله واذکاه الخ
جبکہ اس آیت سے پہلے جو آیات مذکور ہیں ان میں حضور کی تعظیم وتشریف کا ذکر تھا
جس کی نظیر نہیں ملتی تو یہ جملہ "إِنَّ اللّٰهَ و" اس کلام کا علت بن گیا اور تعبیر اللہ نے
جملہ اسمیہ سے فرمائی۔ جو دوام واستمرار پر دلالت کرتی ہے اور ذکر کیا کہ جملہ مفید دوام
ہے کیوں کہ اسکی ابتداء بھی جملہ اسمیہ سے شروع ہوئی ہے اور فائدہ دیتا ہے
تجدد کا اس کے پیچھے جملہ کو دیکھنے سے کیوں کہ وہ جملہ فعلیہ ہے پس مفاد اس
آیت کا یہ ہوگا کہ ہمیشہ لوگ درود شریف پڑھتے رہیں۔ اور وقتاً فوقتاً اس کا تجدد
ہوتا رہتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ آیت سوال مقدر کا جواب ہے۔ سوال کیا گیا
اس بزرگی اور عظمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ کیا سبب ہے اس کا؟ تو
اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے خود دیا کہ میں اور میرے سب فرشتے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم پر درود پڑھتے ہیں اللہ تعالیٰ کا درود رحمت ہے اور فرشتوں کا
استغفار ہے۔ اور یہاں اللہ تعالیٰ نے النبی کہا، حضور کا نام نہیں لیا جو کہ اغلباً
حکایت حال انبیاء کے خلاف ہے کیونکہ جہاں انبیاء کی حکایت وحال بیان کیا گیا
وہاں ان کا نام لیا گیا اور یہاں بجائے اسم مبارک کے النبی کہا گیا، کیونکہ اس میں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مزید سخاوت وکرامت وعلو قدر ہے اور پھر لفظ
النبی پر دال لاکر اس طرف اشارہ کیا کہ حضورؐ مشہور ومعروف اسی صفت کے
ساتھ ہیں اور پھر بعض فاضل علماء نے کہا کہ یہ اس بات کی خبر دیتا ہے کہ یہ علت
حکم کی ہے النبی کی جگہ تعبیر الرسول نہیں کہا۔ تاکہ موافق ہو جائے قول اللہ تعالیٰ
کے (وما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ) کیوں کہ رسالت افضل ہے نبوت
سے صحیح مذہب جمہور پر خلاف للعز بن عبد السلام پس حکم تعلیق کی رسالت
سے نہ فائدہ دیتی کبھی ان کی زیادتی استحقاق کا درود کے لئے بخلاف حکم کی تعلیق کے
اس کے ساتھ جو اس سے کم ہے یعنی نبوت۔ یہ ایک باریک معنی ہے اسکی طرف
اعتراض کی جلدی نہ کرو اور اس آیت میں ملائکتہ کی اضافت ضمیر کی طرف استغراق

کے لئے ہے یعنی خدا کے سب فرشتے حضورؐ پر درود شریف پڑھتے ہیں سو اس لئے ملائکہ کہا گیا، الملائکہ نہیں کہا گیا کیوں کہ اشارہ اس طرف ہے۔ کہ فرشتوں کی قدر اور شرف عظیم ہے کیوں کہ ان کی اضافت اللہ کی طرف ہوئی اور یہ قانون ہے کہ جس چیز کی نسبت اللہ اور رسول کی طرف کی جائے اس کا مقام بڑھ جاتا ہے جیسا کہ بیت اللہ شریف، نسبت اللہ کی طرف ہوئی اس کا شان بڑھ گیا اس میں نماز کا ثواب لاکھ درجہ کا ہے اور مسجد نبوی کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لہذا اس مسجد نبوی میں نماز کا ثواب پچاس ہزار کا ملتا ہے اور امت محمدیہ کی نسبت حضور کی طرف ہوئی تو وہ سب امتوں سے بہتر ہوئی پس یہ نسبت فرشتوں کی اللہ تعالیٰ کی طرف مستلزم حضورؐ کی تعظیم کے لیے ہے کیوں کہ عظیم سے جو چیز صادر ہو وہ عظیم ہی ہوا کرتی ہے۔ پس فرشتوں کا دُرود حضورؐ پر پڑھنا بہت درجہ رکھتا ہے اور اتنی جماعت کثیر فرشتوں کی حضورؐ پر دُرود پڑھتی ہے جس کی انتہا بغیر اللہ (یا اس کے بتائے بغیر) کوئی نہیں جانتا اور یہ درود فرشتوں کی جانب سے ہر وقت اور ہر گھڑی پہنچتا رہتا ہے۔ ستر ہزار فرشتے روضۂ اطہر پر دن میں اترتے ہیں اور سارا دن درود پڑھتے رہتے ہیں۔ اور پھر اسی تعداد کے مطابق شام کو آجاتے ہیں اور ساری رات دُرود شریف پڑھتے ہیں۔ خُدا کی اتنی بے انتہا مخلوق ہے۔ جو فرشتہ ایک دفعہ مشرف بشارۃ ہو اس کو دوبارہ باری نہیں دیجاتی اور یہ بہت بڑی تعظیم ہے۔ اشمل اکمل ازکی۔

تفسیر الامام ابی جعفر محمد بن جریر الطبری پارہ ۲۲ ص۲۹ میں لکھا ہے:۔

ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی الخ قال لما نزلت ھذہ الایۃ قالوا یا رسول اللہ قد علمنا السلام علیک فکیف الصلوٰۃ علیک قال قولوا اللّٰھم صل علی محمد کما صلیت علی ابراھیم وبارک علی محمد کما بارکت علی ابراھیم وقال الحسن اللّٰھم اجعل صلوٰتک وبرکاتک علی محمد وعلی آل محمد کما جعلت علی ابراھیم انک حمید مجید ط

عرض کی صحابہ نے یارسول اللہ السلام علیکم ہم کس طرح آپ پر درود پڑھیں تو آپ نے کہا کہو "اللھم صل علی محمد کما صلیت علی ابراھیم وبارك علی محمد۔

۵ بسم اللہ الرحمن الرحیم ط انا اعطینك الكوثر الخ اے محبوب خدا بیشک ہم نے تمہیں بیشمار خوبیاں عطا فرمائیں۔ پس تم اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو بیشک جو تمہارا دشمن ہے وہ ہر خیر سے محروم ہے۔

صدر الافاضل حضرت مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہٗ نے حاشیہ قرآن میں اس آیتِ کریمہ کے تحت لکھا ہے۔

"کوثر بروزن فوعل مبالغہ کا صیغہ ہے۔ کثرت سے بنا، تو کوثر کا معنی زیادہ جو خلق کی عقل و فہم سے وراء ہے اس سے مراد یا تو حوضِ کوثر ہے جس کی وسعت ایک ماہ کا راستہ ہے۔ یاقوت اور موتیوں پر جاری ہے اس کے کنارے پر ایک ایک موتی کے بیشمار خیمے سرسبز درختوں کی قطاریں ہیں۔ اس کے کوزے ستاروں کی طرح بے شمار ہیں جس کی ایک شاخ جنتیوں کے گھروں میں ہوگی۔ دوسری ہر میدان میں ہوگی، مرتدین روکے جائیں گے یا حضورؐ کی کثیر اولاد یا آپکی امّت مراد ہے جو دُنیا کے ہر گوشہ میں پھیلی ہوئی ہے۔ یا حضورؐ کا بے پایاں علم یا عملؐ یا حضور کی بہت خوبیاں واوصاف یا شفاعتِ کبریٰ یا عالم کثرت مراد ہے عزیزی وغیرہ۔

عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ کوثر سے مراد بہت خیر ہے اس میں حوضِ کوثر بھی داخل ہے (بخاری)۔ یہاں چند باتوں کا خیال رکھو۔ کہ اس مضمون کو انّا سے شروع فرمایا۔ کیونکہ کفارِ عرب حضورؐ کی اس ملکیت کے منکر تھے جیسے آج بعض بدباطن منکر ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ حضورؐ کے پاس کچھ نہیں وہ کیا دیں گے رب سے مانگو، حضورؐ کو جو کچھ دینا تھا دے دیا۔ حضورؐ لے چکے ہیں۔ استغفراللہ۔ تمام نبیوں اور فرشتوں نے حضورؐ ہی سے کمالات پائے۔ فرمایا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور ہم تقسیم کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ حضورؐ کو یہ سب کچھ رب نے دیا اور حضورؐ سے دُنیا نے لیا ہے۔ تیسرے یہ کہ کوئی شخص حضورؐ سے کچھ چھین نہیں سکتا کیونکہ یہ رب کا عطیہ ہے جیسے کوئی سورج کو بجھا نہیں سکتا۔ چوتھے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام دُنیا کے مالک ہیں کیونکہ

دُنیا تھوڑی ہے اور جو حضورؐ کو دیا گیا وہ بہت ہی زیادہ ہے دُنیا تو حضورؐ کے مِلک کا ادنیٰ حصّہ ہے، بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ کلام پاک میں جس قدر کلمات سورۃ "انا اعطیناک الکوثر" کے برابر ہیں۔ وہ تمام کلمات حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دلالت کرتے ہیں، کیونکہ یہ سورۃ کعبۃ اللہ کے ساتھ لٹکائی گئی۔ اور کفّار کو کہا گیا کہ اس کا مقابلہ کرو، سب کفّار جمع ہوتے اور اس کے مقابل فصیح و بلیغ سورۃ نہ لاسکے اور عاجز ہو کر کہنے لگے "فواللہِ ما ھذا کلام البشر" قسم ہے اللہ کی یہ آدمی کی کلام نہیں۔ اس سورۃ میں دس کلمات ہیں اور سارے کلام اللہ میں کچھ اوپر ستتر ہزار کلمات ہیں۔ جب (۷۷۰۰۰) کو دس پر تقسیم کیا جاوے تو سات ہزار سات سو کلمات حاصل ہوتے ہیں۔ پس کلام اللہ میں سات ہزار سات سو اعجاز ہوئے۔ تو یہ معجزات حضورؐ ہی کے ہیں جو حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دلالت کرتے ہیں۔ پس ہر معجزہ قرآن کا تا قیامت رہنا دلیل ہے۔ اس بات کی کہ حضورؐ تا قیامت زندہ ہیں۔ جس طرح نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون (ترجمہ) "یہ قرآن پاک ہم نے اُتارا اور ہم ہی اسکی حفاظت کرنے والے ہیں تا قیامت۔" اس لئے یہ قیامت تک محفوظ رہیگا۔

۳۔ الم نشرح لکَ صدرکَ ووضعنا عنکَ وزرکَ الخ

"کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا اور تم پر سے وہ بوجھ اُتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑ دی تھی اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کیا تو بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے تو جب تم نماز سے فارغ ہو تو دُعا میں محنت کرو اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کرو۔" ———— ذکرِ حبیب کی بلندی کی

شرح مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمیؒ نے چند طرح پر کی ہے۔

۱۔ تمام انبیاء آپ پر ایمان لائے اور آپ کی خدمت کا عہد لیا گیا۔

۲۔ سب کا ذکر فقط فرش پر ہی ہے اور آپؐ کا ذکر فرش و عرش اور جنت میں۔

۳۔ اپنے نام کے ساتھ تمہارا نام رکھا۔ کلمہ، اذان، نماز، خطبہ۔ ہر جگہ انبیاء کرام کو نام سے پکارا۔ اور آپ کو اچھے اچھے القاب سے پکارا۔

۴۔ تمہارے ذکر کو اپنے ذکر کا تکملہ قرار دیا کہ تمہارے ذکر کو چھوڑ کر رب کا ذکر مفید نہیں۔

۵۔ ہر وقت ہر جگہ تمہارا ذکر جاری رکھا۔ سارے بازار کبھی نہ کبھی بند ہو جاتے ہیں مگر تمہارا

باد ار کبھی بند نہ ہوگا، خیال رہے ورفعنا صیغہ ماضی ہے جس سے معلوم ہوا کہ تمہارا ذکر ہمیشہ سے بلند ہے اور بلند رہیگا چوں کہ یہ ہم نے بلند کیا ہے اس لئے اسے کوئی بند نہیں کرسکتا۔ جیسے کوئی شخص چاند اور سورج کو نہیں بجھا سکتا کیوں کہ یہ اللہ کے روشن کئے ہوئے ہیں۔ ایسے ہی تمہیں کوئی نیچا نہیں کر سکتا۔ نیز اوروں کو دولت سلطنت وغیرہ سے بلندی ملتی ہے، مگر تمہیں بلندی بلاواسطہ رب سے ملی ہے۔ خیال رہے ہم پر تین زمانے آتے ہیں۔ ۱؎ دُنیا میں آنے سے پہلے ۲؎ دُنیا میں آکر یہاں رہنے کا وقت ہے ۳؎ دُنیا سے جانے کے بعد۔ ہم پہلے اور تیسرے زمانے میں گمنام ہوتے ہیں۔ اور دوسرے میں کچھ نامور۔ مگر حضورؐ ان تینوں زمانوں میں نامور ہیں کیوں نہ ہوں جب کہ آپ نمونہ ذات الٰہی ہیں اور نمونہ کبھی نہیں چھپایا جاتا۔ پس آپ کی رفعت کا ذکر تینوں زمانوں میں یکساں ہونا دلیل ہے آپ کی حیات دنیوی حسی حقیقی کی۔ وصلی اللہ علے اسمہٖ وجمالہٖ ورفعتہٖ۔

۲؎ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِبَنِي إِسْرَائِيلَ ۔ ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی (جس طرح آپکو دی) پس نہ ہوں آپ شک کرنے والے موسیٰؑ کی ملاقات سے اور کیا ہم نے اس کتاب کو ہدایت بنی اسرائیل کے لئے۔

دیکھئے تفسیر خازن مصری سورہ سجدہ پارہ ۲۱ صہ ۹ (تحت آیہ فلا تکن فی مریۃ) تفسیر یوں لکھی :-

(فی شك من لقائه) ای من لقائه موسیٰؑ لیلة المعراج قال ابن عباس اور پھر اسی صفحہ پر ہے :- عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اتیت علی موسیٰؑ لیلة المعراج لیلة اسری بی عند الکثیب الاحمر وھو قائمٌ یصلی فی قبرہ فان قلت قد صح فی حدیث المعراج انه راٰہ فی السماء السادسه عند مراجعته فی الصلوٰۃ فکیف الجمع بین ھذین الحدیثین قلت یحتمل ان تکون رویته فی قبرہ عند الکثیب الاحمر کان قبل صعودہ الی السماء وذالك فی طریقه الی بیت المقدس ثم لما صعد الی السماء

السادسة وجدہ ہناك قد سبقہ لما یرید اللہ عزوجل وھو علی کل شیٔ قدیر ط انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ معراج کی رات سرخ ٹیلے کے نزدیک موسیٰ کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ اب اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے، معراج کی حدیث صحیح میں ہے، کہ آپ نے موسیٰ کو چھٹے آسمان میں دیکھا جب کہ آپؐ کا آنا جانا نمازیں بخشوانے کے لئے ہو رہا تھا۔ پس ان دونوں حدیثوں میں کس طرح تطبیق ہو گی پس اس کا ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ حضورؐ نے آسمان پر جاتے وقت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا، اس کے بعد موسیٰ چھٹے آسمان پر گئے۔ بحکم ایزدی تو حضورؐ ان کو وہاں ملے اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔ کوئی تعجب کی بات نہیں۔

ایک اور اعتراض یہاں وارد ہوتا ہے کہ دارِ آخرت دارِ عمل نہیں ہے موسیٰ اور باقی انبیاء سے تکلیف عمل اُٹھ گئی ہے۔ پس موسیٰ علیہ السلام قبر میں کیوں نماز پڑھتے دیکھے گئے۔ اور باقی انبیاء حج کرتے دیکھے گئے؟

تو جواب اس کا یہ ہے کہ تکلیف اگرچہ اٹھ گئی ہے لیکن ذکر، شکر اور دُعا نہیں اُٹھی۔ کیوں کہ ان کا حال فرشتوں کی طرح ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا دَعْوٰھُمْ فِیْھَا سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ تَحِیَّتُھُمْ فِیْھَا سَلَام۔ کیوں کہ کامل بندے اللہ کے بہشت میں دُنیا سے زیادہ عبادت کرتے ہیں۔ پس اس آیہ سے ثابت ہوا۔ کہ انبیاء عالم برزخ میں حیات دنیوی حسی حقیقی کے ساتھ زندہ ہیں اور جہاں چاہیں سیر کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کو تینوں جہانوں میں سیر کرتے دیکھا گیا۔

۷ واسئل من ارسلنا من قبلك من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن آلھۃ یعبدون۔ خازن ص ۳۳۴ سورۃ زخرف: اور پوچھ ان رسولوں سے جو آپ سے پہلے گذرے ہیں۔ کہ کیا ہم نے انہیں حکم دیا تھا، کہ اللہ کے بغیر جھوٹے معبودوں کو پوجو یعنی ہرگز ہم نے حکم نہیں کیا۔" اور سب انبیاء کا خدا کی توحید پر اجماع ہے۔

اس آیہ کی تفسیر صاحبِ مدارک نے یوں بیان کی ہے۔ (واسئل یا محمد من رسلنا) مثل

عیسیٰ وموسیٰ وابراھیم وھذا فی اللیلۃ التی اسری بہ الی السماء وصلی بسبعین نبیا مثل ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ فامر اللہ نبیہ ان سلھم یا محمد ، اے محمد آپ پوچھئے ہمارے رسولوں سے مثل عیسیٰؑ موسیٰؑ ابراہیمؑ کے اور یہ حکم آپکو معراج کی رات ہوا۔ آپ نے ستر پیغمبروں کو نماز پڑھائی۔ مثل ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام کے، پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ یا محمد ان سے پوچھو کیا ہم نے جھوٹے معبود بنا رکھے ہیں جنہیں پوجا جائے

اور تفسیر ابن کثیر نے صفحہ ۱۳۹ میں واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا تحت کے لکھا ہے: ای جمیع الرسل دعوا الیٰ ما دعی الناس الیہ صلی اللہ علیہ وسلم من عبادۃ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ونھوا عن عبادۃ الاصنام.

اس آیت کی تفسیر ابن کثیر نے ص ۱۳۹ میں یوں کی ہے کہ من رسلنا سے سب رسول مراد ہیں۔ جنہوں نے لوگوں کو توحید کی دعوت دی اور بت پرستی سے منع کیا۔ پس اس آیہ سے ثابت ہوا، کہ حضورؐ کو سب پیغمبروں کے ساتھ گفتگو کرنے کا حکم ملا۔ اور یہ یقینی بات ہے بالمشافہ گفتگو زندوں کے ساتھ کی جاتی ہے نہ کہ مُردوں کے ساتھ کی جاتی ہے پس حیات جمیع انبیاء دنیاوی حسی حقیقی ثابت ہوگئی تو حیاتِ حضورؐ کی بالاولیٰ ثابت ہوگئی۔ کیوں کہ حضورؐ کی حیاۃ سب سے اکمل افضل واولیٰ ہے۔ وصلی اللہ علیہ وسلم بحسنہٖ وجمالہٖ وکمالہٖ

پس مسئلہ حیاۃ آیات سے ثابت ہوگیا۔ اب احادیث کو ملاحظہ فرمائیے۔

فریاد دستگیرا بادشاہ مرشدا خواجہ

طفیل رحمۃ للعالمین چشمِ کرم برما

# الباب الثانی

## فی الاحادیث

نمبر ۱ واخرج ابوداؤد والبیہقی عن اوس بن اوس الثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہٗ قال من افضل ایامکم یوم الجمعۃ فاکثروا علیّ من الصلوٰۃ فیہ فان صلاتکم تعرض علیّ قالوا یا رسول اللہ وکیف تعرض علیک صلاتنا وقد ارمت یعنی بلیت فقال ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء)

ابوداؤد اور بیہقی نے اوس بن اوس ثقفی سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا، سب دنوں سے بہتر جمعہ کا دن ہے۔ پس بہت درود شریف پڑھا کرو جمعہ کے دن کیوں کہ تمہارا درود شریف مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ عرض کی صحابہ کبار نے کس طرح درود شریف آپ پر پہنچے گا جب کہ آپ بوسیدہ ہو جائیں گے (بعد وصال) تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کیا ہے کہ پیغمبروں کے جسموں کو کھا سکے۔

نمبر ۲ واخرج البیہقی فی حیاۃ الانبیاء والاصبہانی فی الترغیب عن انسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلے علی مائۃ فی یوم الجمعۃ او لیلۃ الجمعۃ قضی اللہ لہٗ مائۃ حاجۃ سبعین من حوائج الآخرۃ وثلاثین من حوائج الدنیا ثم وکل اللہ بذالک ملکاً یدخلہ علیّ فی قبری کما تدخل علیکم الھدایا

ان علمی بعد موتی کعلمی فی الحیات ، بیہقی اپنی کتاب حیاۃ انبیاء میں اور اصبہانی نے ترغیب میں روایت کی حضرت انسؓ فرمایا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے درود شریف پڑھا۔ سو مرتبہ جمعہ کے دن یا رات میں اللہ تعالیٰ سو حاجتیں پوری کرے گا۔ ستر آخرت کی اور تیس دُنیا کی۔ پھر سونپ دیتا ہے اللہ تعالیٰ یہ درود شریف ایک فرشتے کو سو وہ لے آتا ہے میرے پاس قبر میں جس طرح تمہارے پاس تحائف آتے ہیں۔ بعد موت کے میرا علم ایسا ہے جیسا کہ زندگی میں اور لفظ بیہقی کا یہ ہے ،کہ وہ فرشتہ درود پڑھنے والے کا نام اور نسب مجھ کو مطلع کرتا ہے۔ تو میں اپنے ایک صحیفہ روشن میں درج کر لیتا ہوں۔

نمبر۳ واخرج الدارمی فی مسندہ قال اخبرنا مروان بن محمد عن سعید بن عبد العزیز قال لما کان ایام الحرۃ لم یؤذن فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یقم وان سعیب بن المسیب لم یبرح مقیما فی المسجد وکان لا یعرف وقت الصلوٰۃ الا بھمھمۃ یسمعھا من قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فھذہ الاخبار دالۃ علی حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وسائر الانبیاء +

نکالا ہے ـــــ دارمی نے اپنے مسند میں کہ کہا دارمی نے کہ مجھے خبر دی ہے مروان بن محمد نے اور اس کو سعید بن عبد العزیز نے اس نے کہا کہ تھے دن حرّہ کے کہ ان دنوں میں مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ اذان دی جاتی تھی اور نہ تکبیر اور سعید ابن المسیب مسجد نبویؐ میں مقیم رہتے تھے اور ان کو نماز کے وقت کا پتہ نہ چلتا تھا۔ مگر یہ کہ ان کو حضورؐ کی قبر مبارک سے ان چیزوں کا آواز آتا تھا۔"

پس ان احادیث سے ثابت ہوا ، کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اور باقی انبیاء بھی۔

نمبر۴ عن حیاۃ ابن شریح عن ابی صخر عن یزید بن عبد اللہ

بن قسیط عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم قَالَ مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ علیہ السلام، روایت ہے حیوٰۃ ابن شریح سے اور شریح نے روایت کی ابی صخر سے اور ابی صخر نے روایت کی یزید بن عبد اللہ قسیط سے اور انہوں نے حضرت ابی ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نہیں کوئی مسلمان میں سے جو سلام پڑھے مجھ پر مگر لوٹا دیتا ہے اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔"

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ رات دن امت کی طرف سے کروڑوں سلام آپؐ پر پڑھے جاتے ہیں تو کیا کروڑوں دفعہ حضورؐ کی روح کو لوٹا جاتا ہے۔ جس سے حضورؐ کے روح کو سخت تکلیف ہوگی۔ تو اس سوال کا جواب حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب انتباہ الاذکیا فی حیاۃ الانبیاء میں یہ لکھا ہے کہ مراد روح لوٹنے سے یہ ہے کہ عالم برزخ میں، یا رد روح کا یہ معنی ہے کہ روح ہمیشہ آپ کے بدن مبارک میں رہتی ہے کیوں کہ کوئی گھڑی خالی نہیں ہوتی کہ کوئی نہ کوئی آدمی کسی حصہ میں آپ پر درود نہ پڑھ رہا ہو۔" دیکھئے صفحہ ا کتاب الانتباء الاذکیا فی حیات الانبیاء جلال الدین سیوطیؒ۔

الوجہ الخامس ان یقال ان الرد یستلزم الاستمرار لہٗ لان الزمان لا یخلو من مصل علیہ فی اقطار الارض فلا یخلو من کون الروح فی بدنہ گیارہواں جواب سوال روح کے متعلق ثم ظہر لی جواب (حادی عشر) وھو انہ لیس المراد بالروح روح الحیاۃ بل الارتیاح کما فی قولہ تعالیٰ (فروح وریحان) فانہ قرئ فروح بضم الراء المراد انہٗ صلی اللہ علیہ وسلم یحصل لہٗ بسلام المسلم علیہ ارتیاح وفرح بشاشۃ لحبہ صلی اللہ علیہ وسلم لذالک فیحملہ ذالک علی ان یرد علیہ:

ترجمہ: کہ مراد روح سے روحِ حیات نہیں ہے بلکہ ارتیاح مراد ہے۔ یعنی تازگی وخوشی جیساکہ فرمانِ ایزدی ہے فروح وریحان اور اس میں ایک قرأۃ فروح بضم الراء کی ہے پس مراد یہ ہوئی، کہ حضورؐ کو اپنے امتی کے سلام سے خوشی اور بشاشت حاصل ہوتی ہے۔ کیوں کہ اس سلام کو آپ محبوب سمجھتے ہیں اور پھر اس محبت ہی کی وجہ سے حضورؐ اس کو جوابِ سلام دیتے ہیں"

(بارہواں جواب) ثم ظھر لی جواب ثانی عشر وھو فی النھایۃ ان المراد بالروح الرحمۃ الحادثۃ من ثواب الصلوٰۃ الذی یقوم بہ الجسد انتھٰی وقد اطلق علی القرآن والوحی وعلی جبرئیل۔ مراد رُوح سے رحمت ہے جو درود شریف پڑھنے کے ثواب سے پیدا ہوئی ہے الخ پس درود شریف کے پڑھنے سے حضورؐ کی رحمت پڑھنے والے کو آرہی ہے۔

نمبر۵ من جاءنی زائر الا یعلمہ حاجۃ الا زیارتی کان حقا علی ان اکون لہ شفیعا یوم القیامۃ رواہ الطبرانی فی معجمہ الکبیر والدارقطنی فی امالیہ وابوبکر ابن المقری فی معجمہ صححہ؛

(شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام)

جو شخص مری زیارت کے لئے آئے اور اس کا مقصد بجز میری زیارت کے اور کوئی نہ ہو تو مجھ پر اسکی شفاعت قیامت کے دن لازمی ہے"

یہاں اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقبرہ کی زیارت کو اپنی زیارت کہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپؐ زندہ ہیں۔ جیساکہ دوسری حدیث اس کی ترجمان ہے۔

نمبر۶ مَنْ زَارَنِی متعمدًا کان فی جواری یوم القیامۃ رواہ ابوجعفر العقیلی جس نے میری زیارت کی جان بوجھ کر۔ یعنی محض زیارت میری کو آیا تو قیامت کے دن میرے پڑوس میں رہے گا۔ (شفاء السقام)

نمبر۷ من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی رواہ الدارقطنی

جس نے میری موت کے بعد زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں زیارت کی۔
دارقطنی نے اور دیگر کتب نے اس کو روایت کیا ہے۔ (شفاء السقام)

نمبر ۸ من زارنی بعد موتی فکانما زارنی وانا حیٌّ رواہ ابو الفتوح سعید بن اسماعیل الیعقوبی فی جزء لہ۔ (شفاء السقام)

جس نے میری زیارت کی بعد میری موت کے تو گویا اس نے میری زیارت کی اور میں زندہ ہوں۔ روایت کیا ہے اس کو ابوالفتوح سعید ابن محمد بن اسمٰعیل یعقوبی نے۔

یہاں ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں صرف ہماری نظروں سے اوجھل ہیں۔ اس لئے حضورؐ نے فرمایا میری قبر کو ایسا جانو کہ خود میری زیارت کی اور صاف الفاظ میں فرمایا کہ میں زندہ ہوں۔

نمبر ۹ جذب القلوب مصنفہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ص ۱۴۶

از انس بن مالکؓ می آرد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون وبیہقی از روایت انس می آرد و تصحیح میکند کہ انبیاء لایترکون فی قبورھم بعد اربعین لیلۃ ولکنھم یصلون بین یدی اللہ حتی ینفخ فی الصور گوید کہ اگر بصحت برسد کہ لفظ حدیث ہمیں است مراد آں بود کہ حیات ایشاں در قبر دائم و مستمر ست۔ ولیکن در مدت اربعین مجال نماز و عبادت ظاہری نبود و نیز بیہقی گوید کہ شواہد بر حیات انبیاء علیہم السلام از احادیث صحیحہ بسیار است بعد ازاں ذکر کردہ حدیث مرور آں حضرت بموسیٰؑ در شب معراج گذشت کہ وے نماز میگذارد در قبر خود و احادیث دیگر کرد در ملاقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم با انبیاء و نماز گذاردن او بایشاں و رد و دیا فتہ سلام اللہ علیہم اجمعین۔

ترجمہ، انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا انبیاء اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ اور بیہقی بھی انسؓ سے روایت کرتے ہیں اور اس کی تصحیح بھی کی ہے، کہ انبیاء علیہم السلام نہیں چھوڑے

جاتے۔ بقدر چالیس رات کے لیکن وہ نمازیں پڑھتے ہیں اللہ کے سامنے صُور کے پھونکنے تک، بیہقیؒ کہتے ہیں کہ اگر یہ بات صحت کو پہنچے کہ یہی الفاظ حدیث کے ہیں، تو پھر اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی زندگی قبر ہمیشہ دائم اور مستمر ہوتی ہے لیکن چالیس دن وہ نماز اور عبادت ظاہر نہیں کریں گے اور چالیس دن کے بعد وہ نماز پڑھیں گے۔ نیز بیہقی نے کہا ہے کہ شہداء، انبیاء علیہم السلام کی حیاۃ احادیث صحیحہ سے بہت منقول ہے۔ اس کے بعد بیہقی نے ذکر کیا اُس حدیث کو جس میں ذکر ہے کہ حضورؐ نے معراج کی رات گزرتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا اور اس کے ماسوا اور احادیث بھی ہیں کہ دیگر انبیاء کو بھی آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس رات نماز پڑھتے دیکھا اور ان کے ساتھ اکٹھی نماز پڑھی اور سلام کئے۔

نمبر ۱۰ تفسیر روح المعانی صفحہ ۳۸

والخبر السابق الذی اخرجہ ابن حبان والطبرانی وابو نعیم عن انس وھو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ما من نبی یموت فیقیم فی قبرہ الا اربعین صباحا قد اخرجوہ عن الحسن بن سفیان عن ھشام بن خالد الازرق عن الحسن بن یحیٰی الخشنی عن سعید بن عبد العزیز عن یزید بن ابی مالک عن انسؓ وقال فیہ ابن حبان ھو باطل والخشنی منکر الحدیث جداً یروی عن الثقاۃ ما لا اصل لہ وفی المیزان عن الدارقطنی الخشنی متروک ومن ثم حکم ابن الجوزی بوضع الحدیث وھو مع ذالک بعض حدیث والحدیث بتمامہ عند الطبرانی (ما من نبی یموت فیقیم فی قبرہ الا اربعین صباحا حتی ترد الیہ روحہ ومررت لیلۃ اسری بی بموسیٰ وھو قائم یصلی فی قبرہ) وھو علیٰ ذلک لا یدل علی انہ بعد الاربعین لا یقیم فی قبرہ

بل يخرج منه وانما يدل على انه لايبقى فى القبر ميتا كسائر
الاموات اكثر من اربعين صباحا بل ترد اليه روحه ويكون
حيا واين هذا من دعوى الخروج من القبر بعد الاربعين
والحيات فى القبر لاتستلزم الخروج وانا اقول بما فى حق
الانبياء عليهم السلام وقد الف البيهقى جزءا فى حياتهم
فى قبورهم واورد فيه عدة الاخبار لايضر فى بعد ظهور ان الحديث
السابق لايدل على الخروج المنازعة فى وضعه وبلوغه
بماله من الشواهد درجة الحسن والاخبار المذكوره
لبعد فيما سبق المراد منها كلها اثبات الحياة فى القبر بضرب
من التاويل والمراد تلك الحيات نوع من الحياة غير معقول
لنا وهى فوق حيات الشهداء بكثير وحياة نبينا صلى الله عليه وسلم
اكمل واتم من حيات سائرهم عليهم السلام وخبر ما من مسلم
يسلم على الا رد الله تعالى على روحى حتى ارد عليه السلام
محمول على اثبات اقبال خاص والتفات روحانى يحصل من
الحضرت الشريفة النبويه الى عالم الدنيا وتنزل الى عالم
البشرية حتى يحصل عند ذالك رد السلام وفيه توجيهات
اخر مذكورة فى محلها ثم ان الحياة فى القبر وان كانت يترتب
عليها بعض ما يترتب له عليها كل ما يمكن ان يترتب على
تلك الحيات المعروفه ولا يحس ولا يدركها كل احد فلو
فرض انكشاف قبر نبى من الانبياء عليهم السلام لا يرى
الناس النبى فيه الا يرون كسائر الاموات الذين لم تاكل
الارض اجسادهم وربما يكشف الله تعالى على بعض عباده
فيرى ما لا يرى الناس ولولا هذا لاشكل الجمع بين

له على الحياة فى الدنيا المعروفة لنا من الصلاة والاذان والاقامة ورد السلام المسموع ونحو ذلك الا احيانا لا يترتب

الاخبار انما طلقة بحياتهم فی قبورهم وخبر ابی یعلی وغیره
کما قال الهیتمی مرفوعاً ان موسیٰ نقل یوسف من قبره بمصر
ترجمہ اور حدیث پہلی جس کو نکالا ہے ابن حبان طبرانی اور نعیم نے حضرت انس رضہ
سے وہ فرمان حضورؐ کا کہ کوئی نبی نہیں کہ مرنے کے بعد قبر میں ٹھہرے مگر چالیس صبح ،
نکالا ہے انہوں نے اس حدیث کو حسن بن سفیان نے اور اس نے ہشام بن خالد ازرق
سے اور انہوں نے حسن بن یحییٰ خشنی سے اور انہوں نے سعید بن عبد العزیز سے
اور اس نے یزید بن ابی مالک سے اور اس نے حضرت انسؓ سے ، کہا اس حدیث
میں جو ابن حبان ہے باطل ہے ۔ اور اس حدیث میں جو خشنی ہے وہ ہمیشہ کے لئے
منکر الحدیث ہے ثقات سے وہ روایت کرتا ہے جن کا کوئی اصل نہیں ۔ کتاب
میزان میں ہے دار قطنی سے کہ خشنی راوی متروک ہے اسی لئے ابن جوزی نے فیصلہ
کیا ہے کہ باوجود ان باتوں کے یہ حدیث کا ایک ٹکڑا ہے پوری حدیث صحیح
نہیں ہے ۔ حدیث کا پورا ٹکڑا طبرانی کے نزدیک ان الفاظ سے ہے ( ما من
نبی یموت فیقیم فی قبره الا اربعین صباحاً حتی ترد الله روحه ) ( مررت
لیلة اسری بی بموسیٰ وهو قائم یصلی فی قبره + کوئی نبی مرنے کے بعد قبر
میں نہیں ٹھیرتا بجز چالیس دن کے حتیٰ کہ اس کا روح اس پر لوٹایا جاتا ہے ۔
جب حضورؐ معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے سامنے سے گذرے تو وہ
اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے ۔ تو اب یہ حدیث متذکرہ اس پر
دلالت نہیں کرتی کہ چالیس دن کے بعد ان کو قبر میں ٹھیرنے نہیں دیا جائے گا بلکہ
ان کو قبر سے نکالا جائے گا ۔ ہاں البتہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ وہ اس
قبر میں باقی مُردوں کی طرح چالیس دن سے زیادہ بے روح نہیں رہیں گے ۔ بلکہ ان کا
روح ان پر چالیس دن کے بعد ان کے بدن میں لوٹا دیا جائے گا ۔ اور وہ زندہ
ہو جاویں گے ۔ پس اس معنی کے سمجھنے کے بعد یہ بات کیسی مانی جاتی ہے کہ چالیس
دن کے بعد ان کو قبر سے نکالا جائے اور ان کی قبر کی زندگی چالیس دن کے بعد جو

وہی ہو پہلے جیسے ہو گی۔

نمبر ۱۱ من رانی فی المنام فسیرانی فی الیقظۃ ولا یتمثل الشیطان بی۔ حدثنا عبدان اخبرنا عبد اللہ عن یونس عن الزہری حدثنی ابو سلمۃ ان ابا ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من رانی فی المنام فسیرانی فی الیقظۃ ولا یتمثل الشیطن بی۔ (بخاری شریف مصری ص ۱۴۰ کتاب الرؤیا)

فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے جاگتے بھی دیکھے گا۔ اور شیطان میری صورت نہیں بن سکتا ہے"۔

اور اسی طرح ترمذی شریف جلد ثانی کتاب الرؤیا ص ۵۲ میں ہے۔

حدثنا بندار حدثنا عبد الرحمٰن بن مھدی نا سفیان عن ابی اسحٰق عن ابی الاحوص عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطن لا یتمثل بی وفی الباب عن ابی ہریرۃ وابی قتادہ وابن عباس وابی سعید وجابر وانس وابی مالک الاشجعی عن ابیہ وابی بکرۃ وابی جحیفہ ھذا حدیث حسن صحیح اور اسی صفحہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت ہے اس میں یہ الفاظ ہیں: من رانی فانی انا ھو فانہ لیس الشیطان ان یتمثل بی؛ ترجمہ: جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو وہ میں ہی ہوں کیوں کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔

صحیح مسلم شریف جلد ۲ ص ۲۴۲ کتاب الرؤیا میں ہے:۔

حدثنی ابو الطاہر وحرملۃ قال انا ابن وھب قال اخبرنی یونس عن ابن شہاب قال حدثنی ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن ان ابا ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من رانی فی المنام فسیرانی فی الیقظۃ او لکانما رانی فی الیقظۃ

لایتمثل الشیطان بی وقال فقال ابوسلمہ قال ابوقتادہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من رانی فقد رأ الحق ھکذا فی ابوداؤد جلد ۲ کتاب الرؤیا ص ۳۲۴ حدثنا احمد بن صالح عبد اللہ بن وھب اخبرنی یونس عن ابن شہاب قال اخبرنی ابو سلمہ ابن عبد الرحمٰن ان ابا ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من رانی فی المنام فسیرانی فی الیقظۃ او کانما رانی فی الیقظۃ ولایتمثل الشیطان بی ابن ماجہ شریف ص ۲۸۷ حدثنا محمد بن یحیٰ ثنا سلیمان بن عبد اللہ دمشقی ثنا سعدان ابن یحیٰ ابن صالح اللخمی ثنا صدقتہ بن ابی عمران عن عون ابن جحیفہ عن ابیہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من رانی فی المنام فکانما رانی فی الیقظۃ ان الشیطان لایستطیع ان یتمثل بی۔

اس حدیث شریف کے متعلق دو تحقیقیں ہیں۔ ایک تحقیق شرط کی اور دوسری جزا کی شرط کی تحقیق تو یہ کرنی ہے کہ خواب میں کیا چیز مرئی ہوتی ہے، آیا ذات کریمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھی جاتی ہے یا مثال صورت کریمہ حضور کی دیکھی جاتی ہے اور جزا یعنی فسیرانی فی الیقظۃ کے متعلق مندرجہ ذیل تحقیق کرنی ہے۔

۱۔ یقظۃ یعنی بیداری میں حضور کی زیارت میں کتنے احتمال ہیں۔

۲۔ اور صواب ان میں سے کونسا احتمال صواب ہے اور اولیٰ ہے۔

۳۔ جمیع صوفیہ اور کثیر محدثین کس طرف گئے ہیں۔

سو شرط کے متعلق مکمل تحقیق مواہب اللدنیہ میں موجود ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی رح فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میں نے بہت دفعہ بیداری میں زیارت کی اور میں اپنے دل میں یہی سمجھتا ہوں کہ میرا کوئی اور نیک عمل نہیں بجز اس کے کہ بادشاہوں کے دروازوں پر نہیں جایا کرتا، سواگر میں ایسے کر بیٹھوں تو ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مبارکہ

سے محروم ہوجاؤں۔ پس اس تھوڑے نقصان کو میں قبول کرتا ہوں۔ اور علامہ شعرانی رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے کہ میں نے حضورؐ کو بیداری میں دیکھا آٹھ ساتھیوں کی معیت میں۔ پھر ان ساتھیوں کا نام لیا۔ ان میں ایک ساتھی حنفی تھا۔ اور وہ دُعا بھی علامہ شعرانی نے لکھی ہے جو انہوں نے ختم بخاری شریف کے وقت پڑھی تھی۔ پس جاگتے حضورؐ کو دیکھنا ثابت ہے۔ اور اس کا انکار جہالت ہے۔ دیکھئے علمائے دیوبند کے بڑے سے بڑے خاتم المحدثین مولوی انور شاہ صاحب کشمیری نے اپنی کتاب فیض الباری میں ثابت کیا کہ حضورؐ کی بیداری میں زیارت کا انکار کرنے والا جاہل ہے۔ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا کہ مکذب ما اشبہ الکتاب ہے جو گزر چکا ہے۔ اور علامہ قاضی القضاۃ الحافظ ابی الفضل شہاب الدین احمد بن علی بن محمد بن حجر العسقلانی شافعیؒ نے فتح الباری جلد ۱۲ صفحہ ۳۴۳ میں یوں لکھا ہے :-

ونقل عن جماعة من الصالحين انهم رأوا النبي صلى الله عليه وسلم في المنام راوه كذالك في اليقظة وسالوه عن اشياء كانوا منها متخوفين فارشدهم الى طريق تفريجها فجاء الامر كذلك ؛ نیکوں کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ انہوں نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا پھر انہوں نے اس کے بعد بیداری میں بھی زیارت کی اور حضور علیہ السلام سے چند اشیاء کے متعلق سوال کیا جن سے وہ ڈرتے تھے۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں تفریح کا راستہ بتایا۔ پس وہ کام اسی طرح ہوگیا"۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الیواقیت والجواہر جلد اوّل ص ۱۳۳ میں یوں کہا ہے :-

(فان قلت) فهل يصدق من ادعى رؤية النبي صلى الله عليه وسلم في اليقظة الان) فالجواب نعم يصدق قال اخبرني الشيخ الشافعي رضي الله عنه والقاضي زكريا الشافعي انهم سمعوا الشيخ جلال الدين السيوطي رحمة الله عليه يقول رأيت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الیقظۃ بضعا وسبعین مرۃ وقلت لہ فی مرۃ فهل انا من اهل الجنۃ یارسول اللہ فقال نعم فقلت من غیر عذاب یسبق فقال لک ذالک قال الشیخ عطیۃ وسألت الشیخ جلال الدین مرۃ ان یجمع بالسلطان الغوری فی ضرورۃ وقعت لی فقال لی یا عطیۃ انا اجتمع بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم یقظہ واخشی ان اجتمعت بالغوری ان یحجب صلی اللہ علیہ وسلم عنی ثم قال ان فلانا من الصحابۃ کانت الملائکۃ تسلم علیہ فاکتوی فی جسدہ بضرورۃ ثم لا یری الملائکۃ بعد ذالک عقوبۃ لہ علی اکتوائہ انتہی

اگر تو کہے کہ اب اگر کوئی شخص یہ دعوے کرے کہ میں نے حضورؐ کو جاگتے دیکھا تو کیا اس کی تصدیق کی جاسکتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں تصدیق کی جاسکتی ہے۔ مجھے تین بزرگوں نے جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔ شیخ صالح عطیہ البناسی، شیخ صالح قاسم المغربی مجاور مزار امام شافعیؒ اور قاضی زکریا شافعی نے کہا کہ ہم نے شیخ جلال الدین سیوطیؒ سے سُنا ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے ستر دفعہ سے کچھ اوپر بیداری میں حضورؐ کی زیارت کی ہے۔ میں نے ایک دفعہ یہ کہا کہ آیا میں بہشتیوں میں سے ہوں یارسول اللہ! تو آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر میں نے عرض کی کہ کیا کسی قسم کا عذاب مجھ پر نہ ہوگا۔ فرمایا ہاں۔ شیخ عطیہ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ جلال الدین سیوطیؒ سے عرض کی کہ ایک ضروری کام کے لئے سلطان غوری کے پاس میرے ساتھ چلیں، اور سفارش فرمادیں۔ تو انہوں نے فرمایا اے عطیہ مجھے حضورؐ کی زیارت بیداری میں ہوتی رہتی ہے۔ مجھے خطرہ ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ غوری کی ملاقات مجھے اس سے محروم نہ کردے۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ فلاں صحابی کے ساتھ فرشتے ملا کرتے تھے اور ان پر سلام کرتے تھے پھر اس صحابی نے کسی بیماری کی وجہ سے اپنے بدن میں داغ دلایا پس اس اکتوار کی وجہ سے فرشتوں کی ملاقات بند ہوگئی۔

اور علامہ محدث مناوی مصنف فیض القدیر شرح جامع الصغیر ۲۰۸ میں تحت حدیث طوبی لمن رآنی من رآنی کہاہے :۔

والعارفون یرونہ فی عالم الحس یقظۃً حتی قال الشیخ ابوالعباس المرسی۔ لواحتجب عنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طرفۃ عین ما اعددت نفسی من الفقراء وفی روایۃ من المسلمین وکان بعض یعید کل صلاۃ غفل فیھا عن شھودہٖ ولو سھوًا ویقول من توانٰی عنہ شھودہ فی صلاۃ ولم یصافحہ فیھا فھی خداج لانہ الذی یمد جمیع العمال بشریعتہ فی درجۃ الکمال وھذا المقام وان عسر الناس ولا یقول بہ کثیر فکل میسر لما خلق لہ فمن اھلہ اللہ لمقام صعب المرتقی فھو عندہ من اسھل الامور (ترجمہ) عارف لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری کی حالت میں عالم حس میں دیکھتے ہیں۔ شیخ ابوالعباس المرسیؒ نے کہا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم آنکھ جھپکنے کی دیر میں مجھ سے دُور ہوجائیں تو میں اپنے آپ کو فقراء میں شمار نہیں کرتا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اپنے آپکو مسلمانوں میں نہیں سمجھتا۔ اور بعض عارفین اس نماز کو لوٹاتے تھے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہود سے غفلت ہوجاتی تھی، اگرچہ سہوًا۔ اور عارفین کا مقولہ ہے کہ جس شخص کو نماز میں شہود حضورؐ کا نہ ہوا اور حضورؐ کے ساتھ جس نماز میں مصافحہ نہ ہو وہ نماز ناقص ہے کیوں کہ صرف حضورؐ کی ذات بابرکات ہی ہے۔ جو عاملین کو کمال تک پہنچانے میں امداد کرتی ہے۔ اگرچہ یہ مقام مشکل ہے۔ اور اس کے قائل بھی تھوڑے ہیں۔ لیکن ہر وہ کام جس کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے۔ وہ اس کے لئے آسان ہے پس جسے اللہ تعالےٰ نے اس مشکل مقام پر پہنچنے کا اہل بنا یا ہے اس کے لئے یہ بہت آسان امور میں ہے"

اور اسی طرح تفسیر روح المعانی پارہ ۲۲ صفحہ ۳۴ آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں لکھا ہے :۔

وقال الامام ابو محمد بن ابی حمزة فی تعلیقه علی الاحادیث
التی انتقاها من صحیح البخاری. هذا الحدیث یدل علی
ان من یراه صلی الله علیه وسلم فی النوم فسیراه فی
الیقظه وهل هذا علی عمومه فی حیاته بعد مماته
علیه الصلوٰة والسلام او هذا کان فی حیات وهل ذالک
لکل من رآه مطلقاً او خاص بمن فیه الاهلیة الاتباع لسنة
علیه الصلوٰة والسلام اللفظ یعطی العموم ومن یدعی الخصوص
فیه بغیر مخصص منه صلی الله علیه وسلم فمتعسف" امام
ابو محمد بن ابی حمزہ ——— نے ان احادیث کی تعلیق میں جن کو صحیح بخاری شریف
سے چنا ہے کہا کہ یہ حدیث (من رآنی) دلالت کرتی ہے اسپر کہ جس شخص نے حضورؐ
کو خواب میں دیکھا آیا یہ حدیث عام ہے۔ حیاۃ اور بعد مماۃ حضورؐ کے ساتھ یعنی
ہر دو حالتوں میں اور بیداری میں آپکو دیکھ سکتا ہے۔ یا کہ صرف حیاۃ کے ساتھ
خاص ہے اور آیا یہ مطلق اور عام آدمی کے متعلق ہے یا ان کے لئے خاص ہے۔ جن
میں اہلیت اور اتباع سنت علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ پس لفظ حدیث تقاضا
عموم کا کرتی ہے تو جو شخص خصوص کا بغیر مخصص دعویٰ کرے تو وہ متعسف ہے"
جاگتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے والے کروڑہا، بلکہ اس سے زیادہ
تعداد میں ہوں گے۔ لیکن میں طوالت سے ڈرتے ہوئے بطور اختصار صرف ان چند ہستیوں
کا ذکر خیر کروں گا، جنہوں نے بکثرت حضورؐ کو دیکھا ہے۔ چنانچہ بہجۃ الاسرار میں بعض اولیاء اللہ
کثیر الرؤیا سے شیخ خلیفہ ملکی رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ ہمزمان شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ ہیں۔ ان کے
اکثر افعال حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتے تھے۔ بیداری میں یا خواب میں ایک رات میں
۱۷ دفعہ ان کو زیارت آپؐ کی نصیب ہوئی۔ تو حضورؐ نے ایک دفعہ زیارت کراتے وقت فرمایا کہ:۔
یا خلیفة لا تضجر منی کثیر من الاولیاء ما توا بحسرة رؤیتی وعلمه الاستغفار
حضورؐ نے فرمایا اے خلیفہ میری باربار زیارت سے تنگ نہ ہونا۔ (یہ تیری خوش قسمتی ہے) دا زنہ گئی

اولیاء اللہ اپنی ساری زندگی میں دیدار کی حسرت رکھتے ہوئے چل دیتے اور ان کو دیدار میسر نہ ہوا۔ اور پھر آپؒ نے استغفار کی تعلیم کی۔ جب خلیفہ صاحبؒ کی وفات کا وقت آیا۔ تو کلمہ شہادت پڑھ کر ہشاش بشاش چہرے سے فرمایا: ھذا محمد صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ یبشرون برضوان اللہ تعالیٰ وصلوٰتہ۔ یعنی کہا خلیفہ صاحب نے (وقت وفات) حضور میرے سامنے ہیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ یعنی خلفائے راشدین رضوان اللہ اجمعین اور مجھے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی خوشخبری دے رہے ہیں۔ سبحان اللہ کیا مقام ہے عاشقان و فدایانِ رسولؐ کا، جن کو وفات کے وقت زیارت جمال محمد صلی اللہ علیہ وسلم مع خلفاء راشدین نصیب ہوئی۔ نیز اولیاء کثیر الرؤیا میں سے سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ چنانچہ اسی کتاب میں بالاسناد ذکر ہے، کہ شیخ بقا بن بطوؒ ذکر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت محبوب سبحانی رحؒ ممبر کی سیڑھی پر بیٹھے ہوئے تھے کہ وہ سیڑھی منتہا تک یکایک فراخ ہو گئی اور سبز سندس کا کپڑا بچھایا گیا جس پر حضورؐ اور ان کے اصحاب بیٹھے ہوئے تھے۔ پس اسی وقت حضورؐ کے صدقے محبوبِ سبحانیؒ کے قلب پر تجلی ایزدی نے ایک ایسی جھلک ڈالی قریب تھا کہ محبوبِ سبحانی رحمۃ اللہ علیہ گر پڑیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تھام لیا اور گرنے سے بچا لیا۔ بعض مریدوں نے اس واقعہ کے متعلق پوچھا کہ آپ کیوں گر رہے تھے۔ تو فرمایا کہ یہ تجلی وہ تجلی تھی کہ جب کسی بشر پر ظاہر ہو تو بغیر تائید از تھامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں ٹھہر سکتا۔

## فائدہ جلیلہ

سبحان اللہ کیا مقام ہے اس نازک مقام پر "رحمۃ للعالمین" کی رحمت ہی تھام سکتی ہے۔ جس نے تمام جہانوں کو تھاما ہوا ہے۔ ؎

مور مسکین ہوائے داشت کہ در کعبہ رسید
دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

لیکن افسوس صد افسوس کہ مولوی حسین علی واں بھچروی ضلع میانوالی کا باشندہ جو اپنی جھونپڑی کے ستون کو تھامنے کی طاقت بھی نہیں رکھ سکتا۔ وہ "رحمۃ للعالمین" کے تھامنے کا دعویٰ کرتا ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک) "بلغۃ الحیران" ملاحظہ ہو۔

روایت انہ یسقط فامسکتہ واعتصمنہ عن السقوط (ترجمہ) میں نے حضورؐ کو خواب میں گرتے دیکھا تو آپکو تھاما اور گرنے سے بچالیا"
لقولہ تعالیٰ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین (نہیں بھیجا ہم نے آپکو یا رسول اللہ مگر تمام جہانوں کے واسطے رحمت"

کس قدر بے ادبی اور بے باکانہ جرأت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم جو تمام جہان کے لئے رحمت ہیں ان کو بے بس اور عاجز بنا کر گرنیکا دعوے کرے۔ اور پھر طرہ یہ کہ اپنے جیسے بے ادب انسان ان کے تھامنے کا مدّعی بنے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ ایسے غلط راہنماؤں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ اولیاء کثیر الرؤیا والا رآۃ جس میں حضرت محبوبِ سُبحانی کا واقعہ ذکر کیا۔ کتاب فوز المطالب شرح مقالات غوث المشارق والمغارب میں لکھا ہے کہ حضرت محبوب سُبحانی رحمۃ اللہ علیہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی دوسروں کو زیارت کرانے کا مقام بھی حاصل تھا۔ چنانچہ اسی کتاب میں لکھا ہے کہ ان کے فیض حاصل کرنیوالے اولیاء کو الاولیاء الحضوری کہا جاتا ہے۔ اور یہ سلسلہ چار پشتوں تک جاری رہا۔ جو ان اولیاء اللہ کا مرید ہوتا تھا اور ان کے سلسلے میں داخل ہوتا تھا تو اسی رات ان کے صدقے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت ہوجاتی تھی۔ ان سب اولیاء حضوریہؒ کے نام اور سلسلے محبوب سُبحانیؒ تک موجود ہیں۔ ان اولیاء حضوریہ میں سے سیّد حسن رسول نما رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ "رسول نما" فارسی لفظ ہے جس کا معنی ہے کہ رسولِ پاک کی زیارت کرانے والے۔ یہ ان کا لقب تھا۔ وہ ہر اس شخص کو حضور علیہ السلام کی زیارت کراتے تھے جو سب مال اللہ کی راہ میں لٹا دے، خواہ وہ شخص ان کے سلسلہ میں داخل ہوتا یا نہ ہوتا۔

**نکتہ:** سب مال اللہ کے راستے میں لٹا دینا یہ پوری اتباع خلیفۂ اوّل حضرت ابُوبکر صدّیق رضی اللہ عنہٗ کی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ رضا ایزدی حاصل ہوتے ہی دیدارِ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو بُخل کی بُری مرض سے بچا کر سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

اور بعض اولیاء اللہ ایسے ہیں، کہ اگر ایک گھڑی میں دیدارِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حجاب آجائے تو وہ اس گھڑی میں اپنے آپکو مسلمانوں اور فقراء میں شمار نہیں کرتے، جیسا کہ شیخ ابوالعباس المرسی کا حال تھا۔ جس کا مکمل حوالہ فیض القدیر علامہ محدث المناوی صفحہ ۲۸۰ میں گزر چکا ہے۔

اب ہم مزید تسلی کے لئے شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی مصنف مدارج النبوت کا ایک اور واقعہ ذکر کرتے ہیں۔ کہا شیخ ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ نے کہ میں شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی نورانی مجلس میں حاضر ہوا، وہاں اُس وقت تخمیناً دس ہزار کا مجمع تھا ان میں علی ابن ہیتمی رحمہ اللہ موجود تھے وعظ سنتے سنتے ان پر نیند کا غلبہ ہوگیا۔ محبوب سبحانی رحمہ اللہ نے تمام سامعین کو کہا، چپ رہو حتّٰی کہ سب لوگ چپ ہوگئے۔ اور صرف سانس ہی سنائی دینے لگا۔ پس شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کرسی سے نیچے اُتر کر شیخ علی ابن ہیتمی کے سامنے کھڑے ہوگئے۔ غور سے ان کی طرف نظر کرنے لگے۔ اس کے بعد شیخ علی ابن ہیتمیؒ جاگ گئے۔ تو محبوب سبحانی نے ان سے پوچھا کہ کیا آپؒ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت خواب میں دیکھا ہے انہوں نے فرمایا جی ہاں ! محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں منبر سے نیچے ادب کے لئے اُتر آیا تھا۔ پھر پوچھا کہ حضورؐ نے تم کو کیا نصیحت کی۔ انہوں نے فرمایا آپؐ کی رفاقت کی۔ پھر شیخ علی ابن ہیتمیؒ نے فرمایا کہ جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا آپؒ نے بیداری میں دیکھ لیا۔

(**نکتہ**) اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار ہے کہ جس جگہ چاہیں جا سکتے ہیں۔ جمیع اقطار الارض والسمٰوٰت میں اس عموم سیر کی مکمل تحقیق آگے آرہی ہے۔ اور متاخرین میں سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب درثمین میں لکھا ہے کہ سید عبداللہ نے کہا کہ میں نے قرآن مجید ایک قاری زاہد سے جو جنگل میں رہتے تھے حفظ کیا، ایک بار ہم قرآن مجید پڑھ رہے تھے یکایک چند آدمی عربی لباس والے بمعہ اپنے سردار کے آگئے اور انہوں نے قاری صاحب کا قرآن پاک سُنا۔ ان کے سردار نے قاری صاحب کو مخاطب کر کے کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھے برکت کرے تو نے قرآن مجید کا صحیح حق ادا کر دیا۔ یہ کہہ کر وہ قدسیوں کی جماعت چلی گئی، ان کے بعد ایک اور آدمی عربی وضع کا آیا۔ اور کہنے لگا کہ کل رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ ہم فلاں جنگل میں فلاں قاری کا قرآن مجید سننے جاویں گے۔ جب اس نے یہ بات کہی تو ہم نے جان

ایاکہ وہ سردار جو آئے تھے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے آپکو دیکھا۔ وصلی اللہ علی مقدارحسنہ وجمالہ واصحابہ اجمعین۔

اور اسی طرح شاہ ولی اللہ صاحب اپنی کتاب فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں۔

"میں نے اکثر کاموں میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل صورت میرے سامنے بار بار ہوتی ہے۔ تو میں نے جان لیا۔ کہ آپ کے روح کو طاقت ہے کہ بشکل جسم مبارک بن جاتے اور یہ وہی بات ہے کہ جس کی طرف حضورؐ نے اشارہ کیا کہ پیغمبر نہیں مرتے، بیشک وہ قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں۔ اور حج کرتے ہیں۔"

(نکتہ)

علماء دیوبند کے لئے شاہ ولی اللہ صاحب کا یہ فرمان اس مسئلے کی وضاحت کے لئے کافی شافی ہے۔ اسی طرح انتبار الاذکیا فی حیات الانبیاء ص مصنفہ مولانا جلال الدین سیوطیؒ میں ہے:۔

"کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں آپ امت کی عبادت سے خوش ہوتے ہیں اور نافرمانیوں سے غمگین۔ انبیاءؑ کا مرجانا صرف ایسا ہے کہ ہماری نظروں سے پوشیدہ ہوگئے ہیں۔ ورنہ فی الواقعہ وہ زندہ ہیں اور فرشتوں کی طرح موجود ہیں۔ یعنی جس طرح فرشتے موجود ہیں اور نظر نہیں آتے اسی طرح انبیاء کا حال ہے۔ وہ موجود ہیں لیکن نظر نہیں آتے۔ ہاں اہل اللہ کو نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے دیدار کرادیتا ہے۔"

اور علامہ زرقانی رحمہ اللہ نے زرقانی شریف ص ۳۳۴ جلد ۵ میں لکھا ہے:۔

مما یحصل من جملۃ القطع من موت الانبیاء انما ھو راجع الی ان غیبوا عنا بحیث لاندرکھم وان کانوا موجودین احیاء ولا یراھم احد الا من خصہ اللہ تعالیٰ بکرامۃ من اولیاء (انتھی)

ترجمہ: یقینی طور پر یہ بات حاصل ہے کہ انبیاء کی موت صرف اتنی ہے کہ وہ ہماری آنکھوں سے اوجھل ہیں۔ اور ہم ان کو نہیں دیکھ سکتے۔ اگرچہ وہ زندہ موجود

ہیں۔ لیکن ہم میں سے کوئی نہیں دیکھ سکتا ہے۔ مگر ہاں جسے اللہ تعالےٰ خاص بطور کرامت دیدار کرائے۔"

اور شیخ عبد الحق محدثِ دہلویؒ نے اپنی کتاب جذب القلوب میں لکھا ہے :۔
"کہ شیخ علی قونوی فرماتے ہیں کہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں، کہ یہ کہا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کی روحیں مفارقت بدن کے بعد فرشتوں جیسی ہیں، بلکہ ان سے افضل ہیں جس طرح فرشتے مختلف صورتوں میں متمثل ہوتے ہیں۔ اسیطرح حضرات انبیاء علیہم السلام کی صورتیں بھی۔ ممکن ہے کہ خاص خاص بندوں کی زندگی کی حالت میں بھی یہ امر نصیب ہوا اور ایک روح بدن مقررہ کے بغیر بھی کئی متفرق اجسام میں مستقر ہو۔"

تعدد اجسام کا مسئلہ انشاء اللہ تعالےٰ بالتفصیل آرہا ہے۔ پس ان سب حوالہ جات سے ثابت ہوا، کہ حضورؐ کو جس نے خواب میں دیکھا بیداری میں بھی ضرور دیکھے گا۔ جن بعض علماء اور محدثین نے انکار کیا ان میں صاحبِ فتح الباری بھی ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب فتح الباری جلد ۱۲ صفحہ ۳۴۲ میں لکھا ہے :۔

قلت مشکل جدا ولو حمل علیٰ ظاھرہ لکان ھولاء صحابۃ
میں کہتا ہوں یہ مشکل ہے کہ ظاہر پر اس حدیث کو محمول کیا جائے، ورنہ یہ دیکھنے والے صحابی بن جاویں گے۔"

اس اشکال کا جواب محمد بن عبد الباقی نے اپنی کتاب زرقانی جلد ۵ صہ ۲۹۹ میں یوں دیا ہے :۔

واُجیب بان شرط الصحبۃ رویتہ المتعارف قبل موتہ صلی اللہ علیہ وسلم لا بعدہٗ وان کان حیا فی قبرہٖ ھذا خوارق والخوارق لاتنقض لاجلھا القواعد۔ جواب دیا گیا کہ صحابی کے لئے صحبت حضورؐ علی الوجہ المتعارف وصال سے پہلے ضروری ہے۔ اور دیکھنا بھی شرط ہے۔ نہ بعد وصال کے اگرچہ اپنے مزار اقدس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔ حیاۃ دنیوی حسی کے ساتھ

کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد وصال کے بیداری میں دیکھنا خلاف عادت ہے جس کو کرامت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ خوارق اور خلاف عادت کاموں سے قواعد اور قانون نہیں ٹوٹتے۔ (پس جب کہ صحابی کے لئے قبل وصال حضور علی الوجہ المتعارف زیارت شرط ہے۔ پس بعد وصال زیارت کرنے والے کو صحابی نہ کہا جاوے گا۔ لہٰذا یہ اعتراض علامہ ابن حجر صاحب فتح الباری کا صحیح ثابت نہ ہوا۔ اور اس چھٹے احتمال کو جس کو علامہ موصوف نے مشکل سے تعبیر کیا ہے، یہ سب سے آسان اور صحیح نکلا۔"

اب عموم اقطار الارض والسمٰوٰت پر دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

دلیل نمبرا: اللہ تعالیٰ اجل شانہٗ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نُور فرمایا۔ قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین ۔ اور دوسری آیت میں سراج فرمایا ہے جیسے یا ایہا النبی انا ارسلناک شاھداً ومبشراً ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا۔ سراج کے معنی چراغ بھی اور شمس بھی ہے جیسے وجعل فیھا سراجا وقمراً منیراً۔ تو حاصل یہ ہوا کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں، اور شمس بھی ہیں اور چراغ بھی ہیں۔ تو انہی الفاظ سے اگر حضورؐ کا تمام اقطار ارض و سماء میں یکساں موجود ہونا ثابت کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا کیوں کہ جب مجازی شمس کے نُور سے کوئی چیز کسی مُلک میں مخفی نہیں رہ سکتی۔ اور تمام اقطار ارض و سماء اس کے نُور سے منوّر ہیں تو حقیقی شمس اور مجسّم نُور کے شعاع سے کیا چیز مخفی رہے گی۔ وہ نُور ظاہری اور یہ نور باطنی وہ نور کالبی یہ نور قلبی وہ نور عارضی یہ نُور لازمی وہ نور فانی اور یہ نُور باقی ابداً وہ نُور فرعی یہ نُور اصلی۔ جب اس نُور سے کوئی چیز مخفی نہیں ہو سکتی تو حقیقی نُور سے کہاں مخفی رہ سکتی ہے۔ اور چونکہ حضورؐ کے نُور سے تمام انوار مقتبس ہیں اس لئے آپ سراج سے ملقب ہیں ؎

یک چراغ است دریں خانہ از پرتو او
ہر کجا می نگری انجمن ساختہ اند!

عاشقِ جمال مصطفوی (صلی اللہ علیہ وسلم) علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانیؒ نے اپنی کتاب جواہر البحار صفحہ ۴۸۴ میں دلیل نقلی عموم سیر پر یہ پیش کی ہے۔

فمن الدلیل النقلی ما ذکرناہ فی عوالینا الصمیمہ فی اسانیدھا

الثابتہ الرجیحۃ کما ھو ثابت عند جمیع الحفاظ وعند جمیع اھل
المعانی والالفاظ من انہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ الاسراء
رآی اخاہ موسیٰ ــــ قائما یصلی فی قبرہ وجاء نبینا الی
بیت المقدس فرآہ ایضا بین یدیہ وصلی موسیٰ خلفہ
مقتدیا بہ صلی اللہ علیہ وسلم کسائر الانبیاء وثم
فارقہ وصعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی السماء الرابعۃ
فوجد فیھا او فی غیرھا علی ماروی فقد روی انہ وجد
آدم فی الاولیٰ وعیسیٰ فی الثانیۃ ویوسف فی الثالثۃ وادریس
فی الرابعۃ وھارون فی الخامسۃ وموسیٰ فی السادسۃ وابراھیم
فی السابعۃ علیٰ انہ یصح ان یکون رآی موسیٰؑ جمعا بین
الروایتین فان کان ھذا لموسیٰ علیہ السلام وھو دون نبینا
صلی اللہ علیہ وسلم فنبینا بکونہ موجودا فی کل مکان
حال کونہ مقیما فی قبرہ احد رواحق واصوب واولیٰ کوجود موسیٰؑ
فی السماء الرابعۃ او السادسۃ مع ان نبینا محمدا صلی اللہ علیہ وسلم
فارقہ بیت المقدس وفارقہ قائما فی قبرہ یصلی
لکن یختص نبیا بامتلاء الکون بہ عن موسیٰ وعن غیرہ
لان نبینا تقرب وترقی لیلۃ الاسراء مالا قدرتہ
لملک مقرب ولا نبی مرسل علی الوصول الی تخطیتہ خطوۃ
منہ ولذالک تخلف رئیس الملائکۃ جبرائیل عند
سدرۃ المنتھیٰ محتجا لقولہ ومامنا الا لہ مقام معلوم
وتخلف ابراھیم فی السماء السابعۃ وتخلف موسیٰؑ فی السماء
الرابعۃ او السادسۃ الیٰ غیر ذالک۔

دلیل جو کہ معتبر سندوں سے حفاظ حدیث کے نزدیک ثابت ہے اور جیسے جمیع

اہلِ معانی والالفاظ کے نزدیک حضور ؐ نے معراج کی رات اپنے بھائی موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ پھر حضور علیہ السلام بیت المقدس کو گئے۔ وہاں بھی موسیٰ علیہ السلام کو اپنے سامنے دیکھا۔ حضرت موسیٰؑ نے حضورؐ کے پیچھے سب انبیاء کی طرح نماز میں اقتداء کی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے جدا ہوئے جب آپ چوتھے آسمان کو پہنچے تو چوتھے یا چھٹے بنابر اختلاف روایات موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔ اور آپ نے آدم علیہ السلام کو آسمانِ اوّل پر دیکھا اور دوسرے میں عیسیٰؑ کو اور تیسرے میں یوسفؑ اور چوتھے میں ادریسؑ کو اور پانچویں میں ہارونؑ اور چھٹے میں موسیٰؑ اور ساتویں میں ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔ پھر اگر موسیٰؑ کے لئے یہ مرتبہ ہے تو ہمارے حضور علیہ السلام کے لئے اپنی مزارِ پاک میں رہ کر ہر جگہ موجود ہونا زیادہ لائق اور احق و اصوب والاولیٰ ہے، جیسا کہ موسیٰؑ چوتھے یا چھٹے آسمان میں موجود تھے۔ حالانکہ ہمارے حضورؐ نے انہیں بیت المقدس میں چھوڑا تھا اور بیت المقدس کے آنے سے پہلے اپنی قبر میں نماز پڑھتے دیکھ آئے تھے۔ پس ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت یہ ہے کہ موسیٰؑ اور دیگر انبیاء علیہم السلام سے آپ نے خصوصی طور پر اپنے وجود پاک سے سب جہان کو نور سے بھر دیا (جہاں دیکھیں وہاں آپؐ نظر آتے ہیں) کیوں کہ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات وہ تقرب اور ترقی اللہ کے ساتھ حاصل کی جہاں ایک قدم چلنے کی بھی ملک مقرب اور نبی مرسل کو اجازت اور قدرت نہیں ہے اسی لئے تو سب فرشتوں کے سردار جبرائیلؑ معراج کی رات دما منا الاله مقام معلوم پڑھ کر آپ سے رخصت طلب کی۔ بعض روایات میں یوں آتا ہے کہ اگر میں آگے چلوں تو میرے پر جل جائیں گے۔ ابراہیم علیہ السلام حضور علیہ السلام سے ساتویں آسمان سے رخصت ہوئے اور موسیٰؑ چوتھے اور چھٹے آسمان سے رخصت ہوئے (کیوں کہ یہ اپنی حدِ معین سے جبرائیل علیہ السلام کی طرح بڑھ نہیں سکتے تھے)۔

دلیل نمبر ۲ :- طوالت کے خطرے سے صرف ترجمہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ جواہر البحار ۴۸۲ میں دوسری دلیل نقلی یہ دی گئی ہے کہ :-

"بخاری شریف و دیگر معتبر کتب حدیث میں ہے۔ کہ دو فرشتے (منکر نکیر) قبر میں مدفون میت کو کہتے ہیں کہ ما تقول فی ھذا الرجل۔ ہذا اسم اشارہ حاضر کے لئے ہوتا ہے۔ اور یہی اس کا اصلی معنی ہے۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ اس اشارے سے مراد حاضر ذہناً ہے لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ مجازی معنی تب لیا جاتا ہے، جب کہ حقیقی معنی نہ ہو سکے۔ پس ثابت ہوا، اس حدیث سے کہ حضورؐ قبر میں دفنانے کے بعد ہر مدفون کے سامنے سوال و جواب کے وقت بروحہ وبجسدہ الشریف حاضر ہوتے ہیں :"

یہ ہیں دو زبردست دلائل۔ نقلی جن کو سلیم الفطرت قبول کرنے کے بغیر نہیں رہ سکتا اب ہم دلائل عقلی پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ جواہر البحار صفحہ ۴۸۴ دلائل عقلیہ اور براہین قاطعہ سے ہے کہ :-

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر وجود کے لئے روح ہیں۔ یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ بدن کی زندگی روح کی زندگی سے ہے تو جب آپؐ روح العوالم العلویہ والسفلیہ ہوئے تو آپ کا زندہ حیات دنیاوی حسی سے ہونا ضروری ہے۔"

روح المعانی صد ۳۶۰ تحت آیۃ ما کان محمدؐ ابا احد من رجالکم الخ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے :-

"بعد آثار منصوصہ کے مجموعہ ان نقول اور احادیث سے ثابت ہوا کہ حضورؐ جسداً اور روحاً زندہ ہیں۔ اقطار الارض میں جہاں چاہیں سیر تصرف رکھ سکتے ہیں۔ اور اسی طرح عالم ملکوت میں بھی۔ آپؐ اپنی اسی ہیئت پر ہیں، جو موت سے قبل تھی اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں۔ ہاں صرف اتنی بات ہے کہ وُہ ہماری آنکھوں سے اوجھل ہیں۔ جیسا کہ فرشتے اپنی حالتِ اصلی سے زندہ ہیں اور ہماری آنکھوں سے اوجھل ہیں۔ پس جب اللہ تعالےٰ چاہتا ہے کہ اس دیدارِ خاص

سے مشرف کردں۔ تو تمام حجابات اٹھائے جاتے ہیں۔ اور یہ رویت مثال سے نہیں ہوتی۔ بلکہ عین ذات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتی ہے۔"

یہ مسئلہ روح المعانی صفحہ ۵۱ میں بھی موجود ہے۔ وہو ہذا:۔

قال بعد نقل احادیث و آثار ما نصہ فحصل من مجموع ھذا الکلام والنقول والاحادیث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیّ بجسدہ وروحہ یتصرف ویسیر حیث شاء فی اقطار الارض و فی الملکوت وھو بھیئۃ التی کان علیھا قبل وفاتہ لم یتبدل منہ شیٔ وانہ مغیب عن الابصار کما غیبت الملائکۃ مع کونھم احیاء باجسادھم فاذا اراد اللہ تعالیٰ رفع الحجاب عمن ارادہ اکرامہ برؤیتہ رآہ علیٰ ھیئتہ التی ھو علیہ الصلوٰۃ والسلام علیھا لامانع من ذلک۔

اور نیز مشاہدات میں سے ہے کہ ایک جماعت اولیاء اللہ کی ایسی تھی۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ عیاناً کرتے تھے۔ منجملہ ان حکایات سے ایک واقعہ یہ ہے جس کو علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی تصنیفات میں لکھا ہے کہ:۔

عارف ابو العباس الطنجی نے کہا کہ میں اپنے اُستاد احمد رفاعیؒ کے پاس گیا، کہ مجھے سلوک کا سبق سکھائیے تو احمد رفاعی صاحب نے مجھے کہا کہ کیا تو پہچانتا ہے حضورؐ کو، تو جا اپنے اُستاد عبد الرحیم القضاوی کے پاس کہ وہ تجھے سلوک کا راستہ سکھاوے۔ ابو العباس کہتے ہیں کہ میں ان کے پاس گیا۔ انہوں نے مجھے کہا کہ جا تو بیت المقدس کو تاکہ تجھ پر یہ راز منکشف ہو جائے۔ پس جب میں بیت المقدس پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے میری نظر کھول دی پس دیکھا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے بھر دیا تمام آسمانوں کو اور زمین کو اور عرش کو کرسی اور تمام اقطار اور اکوان کو۔"

فائدہ: اس حکایت سے معلوم ہوا، کہ جب تک انسان حقیقت محمدیہ کو نہ پہچانے خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ بغیر فنا فی الرسول کے فنا فی اللہ کا مقام حاصل نہیں ہو سکتا۔

اور صفحہ ۸۲۴ جواہر البحار میں موجود ہے کہ سید احمد الرفاعی صاحب اور اللہ تعالیٰ ان کی برکات سے ہمیں نفع دے جب حج پر گئے۔ مدینہ منورہ کی حاضری کے وقت روضۂ مقدسہ کے سامنے کھڑے ہوتے اور یہ دو شعر عربی میں پڑھے ؎

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلھا | تقبل الارض عنی وھی نائبتی

وھذہٖ دولۃ الاشباح قدحضرت | فامدد یمینک کی تحظی بھا شفتی

پس حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک لمبا کیا۔ انہوں نے بوسہ دیا۔ اور پھر والپس ہو گئے۔"

منجملہ ادلہ یہ ہے کہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر جب کہ بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے۔ آپ نے غائبانہ سلام کیا، آپ سے پوچھا گیا یہ کیا واقعہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے بھائی عیسیٰ علیہ السلام کو طواف کرتے دیکھا۔ اس نے مجھے سلام کیا۔ تو میں نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ اس واقعہ کو لکھنے کے بعد صفحہ نمبر ۲۹۱ میں علامہ یوسف نبہانی نے لکھا:۔

ان الانبیاء والمرسلین یسیرون فی الکون لنفعھم ونفع العباد وانّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ملاء العوالم العلویۃ والسفلیۃ

کہ انبیاء اور مرسلین اپنے نفع اور خدا کی مخلوق کے نفع کے لئے پھرتے رہتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو سب جہان کو بھر دیا۔

یہاں ایک اور اعتراض قوی کیا جاتا ہے کہ حضورؐ کو بیک وقت خواب میں یا بیداری میں مختلف مقامات اور مواضعات میں دیکھنا محال ہے۔ (الجواب) حضور صلی اللہ علیہ وسلم فداہ امی وابی کا بیک وقت مختلف مقامات میں موجود ہونا عقلاً نقلاً جائز ہے۔ عموم سیر کے دلائل میں کئی دلائل متفرق طور پہ گذر چکے ہیں۔ اب ہم ان تمام دلائل کو یکجا مزید تسلی اور تشفی کے لئے جمع کرتے ہیں:

نمبر ۱: یہ ایک مسلّم امر ہے کہ حالتِ زندگی میں بدن کے کسی جزء کا خلو روح سے نہیں ہو سکتا اور یہ بھی مسلمات میں سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم روح عوالم علویہ و سفلیہ ہیں جیساکہ

گذر چکا ہے تو حضورؐ مالک کل ارواح ٹھیرے اس لئے کہ انتزاعات میں جہت وجود منشا ما انتزاعیات کی طرف راجع ہوتی ہے۔ ہکذا فی کتاب آبحیات مصنفہ مولوی محمد قاسم بانی مدرسہ دیوبند ص ۱۶۳ جب آپ روح الارواح ٹھیرے تو ہر روح کا آپ کے ساتھ اتصال لازمی ہے۔ انسان تو انسان رہا ہر مسلمان کا گھر بھی روح ہونے سے خالی نہیں۔ ملاحظہ ہو "شرح شفا" ملا علی قاری حنفی رح

قال۔ اذا دخلتم بیوتا فسلموا علیٰ انفسکم وان لم یکن فی البیت احد فقل السلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ قال القاری لِاَنَّ روحہٗ علیہِ السّلام حاضرٌ فی بُیُوتِ اَھلِ الاِسلام

ترجمہ: تم جب گھر جاؤ۔ تو گھر والوں پر سلام کہو کیوں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا روح مبارک تمام مسلمانوں کے گھروں میں موجود ہوتا ہے۔

فرمایا حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اول ما خلق اللہ روحی الخ اول سے لے کر اس وقت تک بلکہ تاقیامت بوجہ منشأ انتزاع ہونے کے) موجود ہے۔ صلی اللہ علیٰ مقدار حسنہ وجمالہ وفضلہ وکمالہ واصحابہ اجمعین۔

نمبر ۲ بصورت طی الارض یعنی آپ صرف ایک مقام پر تشریف رکھیں اور تمام زمین و آسمان ان کی طرف لپٹ کر سامنے ہو جائے اور تمام حجابات رفع ہو جائیں ہر جگہ میں آپؐ ایسے نظر آئیں جیسا کہ مجلس میں سب بیٹھنے والے نظر آتے ہیں۔

نمبر ۳ آپ کا جسم مبارک ایسا عظیم اور وسیع ہو جائے کہ ہر دیکھنے والا آپ کی زیارت سے بخوبی مشرف ہو سکے۔ جیسا کہ ملک الموت۔ اس میں نہ کوئی امتناع شرعی ہے اور نہ تعذر وقوعی ملاحظہ ہو، علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی صاحب جواہر البحار ص ۸۳ میں لکھتے ہیں یہ کتاب میرے پاس موجود ہے:۔

وان الذی اراہ ان جسدہ الشریف لا یخلو منہ زمان ولا مکان ولا محل ولا عرش ولا لوح ولا کرسی ولا قلم ولا بر ولا بحر ولا سہل ولا وعر ولا برزخ ولا قبر کما اشرنا الیہ آنفًا وانہ امتلاء الکون الاعلیٰ بہ کامتلاء الکون الاسفل

به وكامتلاء قبره به فتجده مقيما في قبره وطائفا حول البيت قائما بين يدى ربه لاداء الخدمت تام الانبساط باقامته في درجة الوسيلة الاترى ان الرائين له يقظة او مناما في اقصى المغرب يوافقون في ذالك الرائين له كذالك في تلك الساعة بعينها في اقصى المشرق فمتى كان كذالك مناما كان في عالم الخيال والمثال ومتى كان يقظه كان بصفتى الجمال والجلال واعلى غايات الكمال كما قال القائل ؎

لیس علی الله بمستنکر    ان یجمع العالم فی واحد

ترجمہ : مجھے اس بات کا یقین ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود پاک سے کوئی زمانہ مکان محل عرش لوح وقلم اور کرسی جنگل اور دریا برزخ اور قبر خالی نہیں جیسا کہ پہلے بھی ہم اشارہ کر چکے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کون اعلیٰ کو بھر دیا ہے۔ جیسا کون اسفل اور اپنی مزار پاک میں (حیاتِ دنیوی کے ساتھ زندہ ہوتے ہوئے تجلیات نورانی سے سب کو بھرا ہوا ہے۔) پس پائیگا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو قبر میں رہتے ہوئے طواف کرنیوالا بیت اللہ کے ارد گرد اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوا، ادائے خدمت کیلئے وسیلے کے درجے میں ہوتے پوری انبساط سے آیا۔ تو نہیں دیکھتا جو لوگ آپکو جاگتے یا خواب میں اقصیٰ مغرب میں دیکھتے ہیں۔ تو اسی طرح اس گھڑی میں بعینہٖ اقصیٰ مشرق میں بھی دیکھنے والے موجود ہوتے ہیں۔ جو خواب میں دیکھتے ہیں۔ تو ان کے لئے یہ صفت جمالی اور جلالی کی جھلک ہے، اور آخری کمال کے مقام کو دیکھنا ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔
"اللہ پر کوئی بعید نہیں کہ جہاں کو ایک میں جمع کر دے۔

## فائدہ

اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مزار پاک میں رہتے ہوتے امتلاء

کرن کی وصفِ خاصہ کی وجہ سے ہر ایک کو ہر جگہ سے زیارت کرا سکتے ہیں۔ صلی اللہ علی حسنہ جمالہ وکمالہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

نمبر۱۷ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ ہر جگہ موجود ہوتی ہے۔ اور ذات کریمہ ایک ہی جگہ رہتی ہے۔ تو تعدد امثال آیا نہ کہ تعدد ذات کریمہ صلے اللہ علیہ وسلم اور یہ امر واقعہ ہے اور مشاہدات میں سے ہے۔ جیسا کہ ابریز ص۲۱ میں ہے۔ محدث حافظ عبدالعزیز دباغ نے فرمایا اور یہ تحقیق حدیث ۳ میں گزر چکی ہے اور وہ یہ ہے کہ اہل الفتح والعرفان کو حضور کی ذات کریمہ نظر آتی ہے۔ اور غیر اہل الفتح کو ذات کریمہ کی زیارت شاذ ونادر ہوتی ہے، اور اکثر زیارت المثال کی ہوتی ہے جس میں ذاتِ کریمہ نظر آتی ہے۔ حافظ صاحب ابریز شریف ص۲۱ میں فرماتے ہیں:۔

فما من موضع الا فیہ النور الشریف ثم ھذا النور تظھر فیہ ذاۃ النبی علیہ السلام کما تظھر صورت الوجہ فی المراۃ فان نزل النور بمثابۃ مراۃ واحدۃ ملاءت العالم کلہ والمرتسم فیھا ھو الذات الکریمۃ فمن ھھنا فان یراہ علیہ السلام رجل بالمشرق وآخر بالمغرب وآخر بالجنوب وآخر بالشمال واقوام لا تحصون فی اماکن مختلفہ فی آنٍ واحد وکل یراہ عند ذالک لان النور الکریم الذی ترسم فیہ الذات مع کل واحد منھم الخ

ترجمہ: کوئی جگہ نہیں مگر اس میں حضور علیہ السلام کا نور موجود ہے پھر یہ نور ظاہر ہوتی ہے اس میں ذات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جیسا کہ شیشہ میں چہرہ انسان کا نظر آتا ہے پس وہ نور بمنزلہ ایک شیشے کے ہوا جس نے سب جہاں کو بھر دیا۔ اس میں منقش ایک ہی ذات ہے۔ پس اس لئے ایک شخص حضور کو مشرق میں دیکھتا ہے اور دوسرا مغرب میں، ایک جنوب میں تو دوسرا شمال میں لاتعداد قومیں بے شمار مختلف مکانوں میں ایک گھڑی میں یکساں دیکھی جا سکتی ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ ہر ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس دیکھتا ہے اور ان سب کی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ نور کریمہ جس میں یہ ذات پاک منقش ہوتی ہے وہ ہر ایک کے پاس

موجود ہے "

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رح اپنی شہرہ آفاق کتاب جواہر البحار صس ۱۸۴ میں فرماتے ہیں، کہ ابدال کو ابدال اس لئے کہتے ہیں کہ جب وہ سفر کرتا ہے تو قائم مقام اپنی صورت پر ایک شخص چھوڑ جاتا ہے۔ آگے چل کر علامہ صاحب فرماتے ہیں :۔

فاذا کان ھذا الواحد من الابدال افلا یظھر من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیک وقت اپنی مثال ہزار دو ہزار قائم کر سکتے ہیں"

صلی اللہ علی مقدار حسنہ وجمالہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

فصل الخطاب میں ہے : پس ظہور در عالم مثالی از مکان وزمان وسائر شرائط جسمانی منزہ است وشرائط در وگنجائش ندارند (ترجمہ) عالم مثال میں حضورؐ کا ظاہر ہونا مکان زمان اور سب شرائط جسمانی سے منزہ و پاک ہے۔ جسمانی شرائط میں کسی قسم کی گنجائش نہیں۔

## نکتہ

جب جسمانی شرائط کی کسی قسم کی گنجائش نہ ہو تو اب معترضین کا یہ کہنا کہ ایک وجود مختلف مقامات میں نظر آتا ہے غلط ٹھہرا۔ اللہ تعالیٰ دل کے اندھوں کو بصیرت عطا فرما دے تاکہ یہ مسئلہ ان کی سمجھ میں آجائے۔

اور اسی کتاب فصل الخطاب میں امام ربانی رح سے منقول ہے :۔

واین شکل گاہ در عالم شہادت بود گاہ در عالم مثال چنانچہ در یک شب ہزار کس آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم را مختلف اشخاص در خواب می بینند"

ترجمہ : اور کبھی کبھی یہ صورت پاک شہادت کے عالم میں اور کبھی عالم مثال کی شکل میں نظر آتی ہے۔ چنانچہ ایک رات میں حضورؐ کو ہزاروں کی تعداد اپنی اپنی استعداد کے مطابق مختلف صورتوں میں دیکھتے ہیں۔

مکتوبات جلد دوم صہ ۵۸ میں امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں لکھا ہے :۔

"ہر گاہ جنیا نرا بتقدیر اللہ سبحانہ ایں قدرت بود کہ متشکل باشکال گشتند و اعمال غریبہ بوقوع آرند پس ارواح الکاملین را اگر ایں قدرت عطا فرماید چہ محل تعجب است و چہ احتیاج بیان دیگر و دیگر ایں قبیل است آنچہ از بعضے اولیاء نقل می کنند کہ دریک آن در امکنہ متعددہ حاضر می گروند و افعال متباینہ بوقوع می آرند اینجا نیز لطائف ایشاں متجسد باجساد مختلفہ اند و متشکل باشکال متباینہ"

ترجمہ:۔ جب کہ جنات کو اللہ کی دی ہوئی طاقت سے یہ قدرت ہے کہ مختلف شکلوں میں متشکل ہو کر عجیب و غریب کام اُن سے صادر ہوتے ہیں تو کاملین کی روحوں کو اگر یہ قدرت اللہ کی جانب سے دی گئی ہو تو اس میں کیا تعجب اور پھر اس میں دوسرے بدن کی کیا ضرورت رہتی ہے تو اب یہ مسئلہ کہ بعض اولیاء اللہ ایک گھڑی میں مختلف جگہوں میں حاضر ہوتے ہیں۔ اور ان سے مختلف قسم کے کام صادر ہوتے ہیں۔ پس یہ مسئلہ حل ہو گیا۔ اور یہ بھی پتہ چل گیا کہ ان کے لطائف مختلف ابدان سے متجسد اور مختلف شکلوں سے متشکل ہو جاتے ہیں"۔

تو پھر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا صورتِ مثالی کے ساتھ اقطار عالم میں متعدد جگہوں میں بیک وقت حاضر ہونے میں کونسا استحالہ ہے۔ اور کون سا قانون شرعی پامال ہوتا ہے جس سے کئی لوگوں کو جلن پیدا ہوتی ہے۔ وصلی اللہ علیٰ مقدار حسنہ وجمالہ وکمالہ وآلہ اجمعین۔

اور اسی طرح تفسیر کبیر جلد ۸ صہ ۳۱۸ میں ہے۔

ثم ان ھذہ الارواح الشریفہ العالیۃ لا یبعد ان یکون فیما یکون بقوتہا شرفہا یظہر منہا آثار فی احوال ھذا العالم فہی المدبرات امراً۔

پھر یہ ارواح شریفہ دور نہیں کہ ان میں وہ قوت اور وہ شرف ہو کہ جس کے

آثار اس جہان کے احوال میں ظاہر ہوتے ہیں"۔

اور اسی طرح تفسیر عزیزی تحت آیات وَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا میں ہے۔ اور اسی طرح فیوض الحرمین مصنفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ص۲۸ میں ہے۔ طوالت سے بچنے کے لئے صرف ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ (وہو ہذا)۔

"میں نے حضورؐ کو اصلی صورتِ مقدسہ میں دیکھا۔ بار بار باوجودیکہ میری کمال آرزو تھی۔ کہ میں نے روحانیت میں دیکھا نہ جسمانیت میں آنحضرتؐ کو پس مجھ کو دریافت ہوا کہ آپ کا خاصہ ہے روح کو صورت جسم میں کرنا (صلی اللہ علیہ وسلم)

## نکتہ

تو آپؐ کا بیک وقت متعدد مقامات میں موجود ہونا احسن طور پر ثابت ہو گیا۔ عارفین کے لئے ذات کریمہ کی زیارت ہوتی ہے اور غیر عارفین کے لیے صورتِ مثالیہ سے زیارت ہوتی ہے صورتِ مثالیہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا بغیر ذات کریمہ کا دیکھنا ہے۔ کیونکہ مثال دیکھنے کا واسطہ اور ذریعہ ہے۔ اس کی اپنی کوئی حقیقت نہیں جیسا کہ پہلے حوالہ علامہ شعرانی کتاب الیواقیت والجواہر ص۱۳۲ میں گذر چکا ہے۔

فان تلك الصور كلها امثلة خيالية و المرتبة بواسطتها النبی صلى الله عليه وسلم یعنی حضورؐ کی سب صورتیں جو بیک وقت مختلف مقامات میں نظر آتی ہیں ان میں فی الحقیقت دیکھا ہوا حضورؐ کا روح انور ہے۔ جو کہ ان صورتوں اور مثالوں سے نظر آتا ہے جیسا کہ انسان کا منہ پانی یا شیشہ میں اسی انسان کا چہرہ ہوتا ہے جو اس پانی یا شیشے کو دیکھتا ہے۔ تو یہ خیال کرتا ہے کہ اس پانی یا شیشے میں کوئی اور صورت ہے غلط ہے۔ کیونکہ پانی اور شیشہ صرف ایک آلہ ہے حقیقت وہی ہے جو سامنے کھڑی ہے۔ جیسا کہ جبرائیل علیہ السلام ذات تو ایک ہی تھی۔ لیکن بصورت اصلیہ اس کا ظہور ہوتا اور کبھی صورت متمثل ہو کر سامنے آتی۔ اور کچھ شک نہیں کہ دونوں صورتیں ذات جبرائیل علیہ السلام کی تھیں۔

نمبر ۵۔ پانچویں صورت حاضر ہونے کی یہ ہے کہ بذریعہ کشف و رفع حجاب تمام دُنیا کا آپ مشاہدہ فرماتے ہیں۔ اور تمام دنیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتی ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ مدارج النبوت میں لکھتے ہیں :۔

"توانذکہ وے را صلی اللہ علیہ وسلم در قبر انور تصرف و تعدد حالتے بود کہ از سموٰت والارض حجاب مرتفع شدہ باشد بے تجاوز و انتقال"

پانچویں صورت حاضر ہونے کی یہ ہے کہ کشف اور پردے کے اُٹھ جانیکے بعد تمام دُنیا کا آپ مشاہدہ فرماتے ہوں اور تمام دُنیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتی ہو۔ چنانچہ مدارج النبوت میں ہے :

"کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنی قبر شریف میں ایسا تصرف ہے جیسا آسمانوں زمینوں میں"

نمبر ۶ چھٹی صورت یہ کہ اللہ تعالیٰ عوالم علویہ سفلیہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایسے کر دے جیسے تمام دُنیا عزرائیل علیہ السلام کے سامنے۔ علامہ یوسف نبہانی جواہر البحار ص ۸۷ میں فرماتے ہیں :۔

ومن البراهين على ذالك ايضًا يجوز ويمكن ويتصل ان يجعل الله تعالىٰ العوالم العلويه والسفليه بين يدى النبى صلى الله عليه وسلم كجعله تعالىٰ الدنيا بين يدى سيدنا عزرائيل فان الملك الجليل وعزرائيل سئل كيف تقبض روح رجلين حضر اجلهما معا احدهما فى اقصى الشرق والآخر فى اقصى المغرب فقال ان الله تعالىٰ قد زوى لى الدنيا بجميع اكرانها فجعلها بين يدى كالقصعة بين الاكل اتناول منها ما شئت۔

دلائل میں سے ہے کہ جائز ہے اور ممکن ہے اور امر معقول ہے کہ اللہ تعالیٰ سب جہان علوی سفلی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایسا کر دے جیسا کہ ساری

دُنیا کو عزرائیل کے سامنے۔ ان سے پوچھا گیا کہ ایک شخص منتہائے مشرق میں رہتا ہے اور دوسرا منتہائے مغرب میں اور دونوں کی موت کا وقت ایک ہی مقرر ہے۔ پس آپ بیک وقت ان دونوں کا روح کیسے قبض کریں گے تو عزرائیلؑ نے یہ جواب دیا کہ سب دُنیا جمیع اطراف کے ساتھ میرے سامنے لپیٹ دی گئی ہے پس وہ میرے سامنے ہر وقت ایسی موجود رہتی ہے جیسا کہ پیالہ کھانے والوں کے سامنے، میں جب چاہتا ہوں اس سے تناول کر لیتا ہوں (یعنی جب اسکی موت کا وقت پورا ہوتا ہے تو میں اس کا رُوح قبض کر لیتا ہوں) اور مجھے اس میں کسی قسم کی دقت نہیں ہوتی۔ جیسا کہ کھانیوالے کو جبکہ کھانا اس کے سامنے رکھا جاتا ہے، تو اسے کھانا کھانے میں کوئی دقت نہیں ہوتی چاہیئے جتنا چاہے کھا سکتا ہے۔

جواہر البحار صفحہ ۴۸۷ میں ہے:-

ومن البراهين على ذالك ايضاً ان امر البرزخ لا يقاس على غيره الاترى لملكى السوال مع تناهى عظمهما فى اضيق اللحود من اين ياتيان ومن اين يذهبان وكيف يسالان ميتين او امواتا فى وقت واحد منهم من هو فى اقصى المشرق ومنهم من هو فى اقصى المغرب وكيف تخرق باصبعه فى اللحد طاقة تنفذ الى الجنة وطاقة الى النار مع ان الجنة عند سدرة المنتهى والنار تحت البحر المالح فكان الحاصل ان الله تعالىٰ الرب الحكيم الحليم القادر العلى العظيم فى قدرته ان يعطى محمداً صلى الله عليه وسلم الذى اعطاه لملكى السوال وملك الموت وفوق ذالك اذهما دونه لانهما انما يسالان عنه وكان الجاحد لذالك بعد علمه بهذ المفاد ضالا كاضلت الفلاسفة. حيث جعلوا فى بعض المقبورين زيئقا طانين انه متى اقعد للسوال فى القبر سأل الزيئق ثم نبشوا بعد ذالك عليه

نو جد ذا الزیبق لم یسل۔

ترجمہ: عالم برزخ کے معاملات کو اس جہان کے معاملات پر قیاس نہیں کرنا چاہیئے۔ دیکھیئے میت کی لحد کتنی تنگ اور ضیق ہوتی ہے۔ باوجود اس تنگی کے، دیکھئے کہ منکر نکیر بہت عظیم جسم کے اور بھارے وجود کے ہوتے ہیں لیکن کسطرح داخل ہو جاتے ہیں۔ اور وہ دو ہی فرشتے لاکھوں اور کروڑوں مخلوقات کے پاس کیسے پہنچ جاتے ہیں۔ خصوصاً جب کہ بیک وقت ایک منتہائے مشرق میں اور دوسرا منتہائے مغرب میں مرا پڑا ہو۔۔۔۔ ان دو عجیب باتوں کے علاوہ ایک اور بات بھی نہایت عجیب ہے کہ منکر نکیر کی انگلی سے نہایت تنگ لحد میں سوال جواب کی تکمیل کے بعد طاقچہ کھل جاتا ہے جنتی کے لیے بہشت سامنے نظر آجاتی ہے۔ اور جہنمی کے لئے اس سوال وجواب کے بعد طاقچہ کھل جاتا ہے جس سے جہنم نظر آجاتی ہے۔ حالاں کہ بہشت سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک ہے اور جہنم ہمکین دریا کے نیچے۔ پس حاصل یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ جو کہ الرب الحکیم الحلیم القادر العلی العظیم ہے اسکی قدرت میں ہے کہ حضورؐ کو عزرائیلؑ اور منکر نکیر والی طاقت دے سکتا ہے بلکہ ان سے بھی زیادہ کیوں کہ ان دونوں سے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ ارفع اور اعلیٰ ہے اس حقیقت کا منکر گمراہ ہے جیسا کہ فلسفی اس مسئلہ میں بھٹک گئے ہیں۔ کہ انہوں نے اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے کہ آیا مردہ کو قبر میں دفن ہوئے کے بعد نکیرین کے سوال وجواب کے لئے زندہ کرتے ہیں یا نہ؟ انہوں نے بعض مردوں کی ناف پر زیبق لگایا اس خیال سے کہ جب میت کو سوال وجواب کے لئے اُٹھایا جائے گا، تو یہ بہہ جائے گا۔ سو اس کے معلوم کرنے کے لئے انہوں نے میت کی ناف پر زیبق لگایا۔ اور کچھ دیر کے بعد اسی قبر کو اکھیڑ کر دیکھا تو زیبق کو بہتا ہوا نہ دیکھا۔ پس وہ اس غلط خیال پر جم گئے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد سوال وجواب کے لئے زندہ نہیں کیا جاتا۔ اور نہ ہی اس سے سوال وجواب ہوتا ہے بلکہ مرنے کے بعد وہ ایک جماد یعنی پتھر

سا ہو جاتا ہے اس میں کسی قسم کا حس و شعور نہیں ہوتا۔ حالاں کہ ان کم بختوں کا یہ غلط خیال ہے، کیوں کہ عالم برزخ کے حالات کو اس جہان کے رہنے والا نہیں معلوم کر سکتا۔ بغیر انبیاء علیہم السلام اور خصوصًا سیدنا و نبینا و شفیعنا و کریمنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے یا پیران کے صدقے اولیاء کرام کو کشفِ قبور وغیرہ کا مقام دیا گیا ہے۔ پس ہر ایک کو اُس عالم کے حالات کا علم نہیں ہوتا۔

نمبر۷ جواہر البحار مصنفہ علامہ یوسف نبہانی صہ ۸۶ میں لکھا ہے کہ ہر جگہ حضورؐ کے یکساں موجود ہونے کے متعلق ایک زبردست عقلی دلیل دی ہے۔ اور وہ یہ ہے :-

ومن البراهين على ذالك انه من الممكن المعقول المشاهد في رائي العين ان يجعل الله نبيّهٗ محمداً صلى الله عليه وسلم بمكان كمكان جعل فيه البدر فيراه الذي في اقصى المشرق كما يراه الذي في اقصى المغرب وهو فرد وضوءه ملاء الاكوان وكذلك عين الشمس والزهرة وبقية النجوم وانه قد استوى في رؤيتها كل من كان على وجه الارض لان الله تعالىٰ قد جعل لها مكانا يقتضي ذالك فلا بدع ان يكون قبر النبي صلى الله عليه وسلم بطيبة كذالك ولا غرو في ان يجعل الله تعالىٰ شبحا من نبينا بغير طيبة ايضا يرىٰ منها ويشاهد كذالك مالم يكن الرائي اعمى البصيرة فلا يرىٰ شيئا ولا يؤمن بشئ كما ان اعمى البصر لا يرى الشمس ولا القمر ولا النجوم مع كونها بادية بارزة ظاهرة ولهذا قلنا من نظمنا البديع ؎

مثال النبي المصطفىٰ في وجوده ۔۔۔ بسائر ارض الله والعجم والعرب

على انه في قبره طاب تربته ۔۔۔ بطيبة دامت منه في صلة القرب

كبدر السماء في الافق باد ضوءهٗ ۔۔۔ يعم جميع الكون في المشرق والمغرب

انظر الی المختار کیف وجودہٗ ملاء السماء والارض والاکوانا

فتراہ مثل البدر فی کبد السماء وضیاءہٗ ملاء الوجود عیانا

ترجمہ:- عقلی دلائل میں سے ہے جو کہ ہر ایک کی آنکھوں کا دیکھا ہو مسئلہ ہے کہ چودھویں کے چاند کو مشرق مغرب کی دُنیا بیکوقت یکساں دیکھتی ہے اور اس کی روشنی نے تمام دُنیا کو منوّر کر دیا ہے۔ سورج اور زہرہ اور باقی ستاروں کا بھی یہی حال ہے کہ دیکھنے میں ہر مُلک کے باشندے کو بیک وقت یکساں نظر آتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو مزار مبارک میں رہتے ہوئے یہی حیثیت عطا فرمائی ہو اور اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں اور یا پھر بصورت عالم مثال دیکھنے والے ہر جگہ سے زیارت کرتے ہیں۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل اشعار اس حقیقت کے ترجمان ہیں۔

اور جب اولیاء اللہ کو تعدد امثال کی طاقت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے تو انبیاء علیہم السلام کے ارواح مبارکہ کے عموم سیر کے انکار کی کہاں گنجائش ہے بلکہ ان کا عمومی سیر احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ مشکوٰۃ شریف باب المعراج اور بخاری مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے آسمان پر آدم علیہ السلام ملے دوسرے پر حضرت یحییٰؑ اور تیسرے پر حضرت عیسیٰؑ چوتھے پر حضرت یوسفؑ پانچویں پر حضرت ادریسؑ چھٹے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ اب دیکھئے آسمان پر جانے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء علیہم السلام بیت المقدس میں ملے۔ اور سب نے حضرتؐ کے پیچھے نماز پڑھی۔ پھر یہ انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے مرتبہ کے مطابق یکے بعد دیگرے متذکرہ بالا بیان کے مطابق ملتے رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھو کہ آپ معراج شریف پر تشریف لیجا رہے تھے آپؐ نے ان کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ پھر انہوں نے بمعہ جمیع پیغمبران صلوٰۃ اللہ علیہم السلام بیت المقدس میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی پھر موسیٰ علیہ السلام آپکو چھٹے آسمان پر ملے۔ یہ تینوں روائتیں صحیح اور موجود ہیں۔ علامہ زرقانی نے اس تعارض کو یوں رفع کیا۔ ملاحظہ ہو زرقانی جلد ۵ صفحہ ۳۳۵:-

ولا تدافع بان رؤيته موسى يصلى فى قبره وبين رؤيته فى السماء لان الانبياء عليهم السلام مراتع ومسارح يتصرفون فيما شاؤا ثم يرجعون ۔ ترجمہ : انبیاء علیہم السلام کے کھانے پینے کی فراغت کے بعد اور کئی مقامات ہیں جہاں چاہیں وہاں جائیں اور پھر اپنی جگہ واپس آجائیں اور یہ رؤیت موسیٰ علیہ السلام کی حقیقی تھی ۔

زرقانی جلد ۵ صہ ۳۲۵ میں ہے :۔

ولم يفهم هذا من قال رؤيته موسىٰ فى قبره منامية او تمثيل او اخبار عن وحى لا رؤية عين فكلها تكلفات بعيدة ۔ یعنی اس رؤیۃ موسیٰ علیہ السلام کو تمثیلی یا خبر وحی کہنا سب تکلفات بعیدہ ہیں ۔“

پس ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جگہ میں دیکھا تو وہ حقیقی رؤیت تھی ۔ اور اسی طرح تمام انبیاءؑ کو اس عموم سیر کی طاقت دی گئی ہے اس کا ثبوت یہی قصہ معراج شریف ہے ، کہ بیت المقدس میں بھی تمام انبیاءؑ نے حضورؐ کے پیچھے اقتداء کی اور پھر ہزاروں کوس کی منزل طے کر کے اپنے اپنے مرتبوں کے مطابق آسمانوں میں موجود تھے ۔ غور کا مقام ہے کہ ہر آسمان اسقدر موٹا ہے جس قدر پانچسو برس کا راستہ ہووے ۔ اور زمین سے آسمان تک اور ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک ۵۰۰ برس کا راستہ ہے ۔ پس اس تحقیق کی روشنی میں ایک دراز عرصہ میں آدم علیہ السلام کا روح ایک ہزار برس کا راستہ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کا روح دو ہزار برس کا راستہ اور ابراہیم علیٰ ہذ القیاس موسیٰؑ کی روح پاک چھ ہزار برس کا راستہ اور ابراہیمؑ کی روح منور سات ہزار برس راستہ طے کریں گی جو کہ احادیث نبویہ سے ثابت ہے ۔

پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عموم سیر تمام اقطار ارض والسموٰت میں ـــ برکت کے لئے کرنا اور تشنگان دیدار جمال محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بیک وقت سب کو دیدار کرا دینا اس میں کونسا استحالہ عقلی لازم آتا ہے ۔

( صلی اللہ تعالیٰ علیٰ مقدار حسنہ وجمالہ وکمالہ )

وهو هذا وعلىٰ ما ذكره يظهر وجه ما نقله الشيخ صفى الدين ابى

منصور والشيخ عبد الغفار عن الشيخ ابى العباس الطنجى من انه اى السماء والارض والعرش والكرسى مملوة من رسول الله صلى الله عليه وسلم والسوال عن كيفية رؤية متعددين له عليه الصلوٰة والسلام فى زمان واحد فى اقطار متباعدة ولايحتاج معه الى ما اشار اليه بعضهم وقد سئل عن ذالك ما نشهد كالشمس فى كبد السماء وضوءها يغشى البلاد مشارقا ومغاربا وهذا الرؤية انما تقع فى الاغلب للكاملين الذين لم يخلوا اتباع الشريعة قدر شبرته ومن قوبيت المناسبة بين رسول الله صلى الله عليه وسلم اور بعض کا کہنا کہ فسيرانى فى اليقظة کا معنی زيارت فى القيامة ہے تو نقصان اس کا ظاہر ہے۔ کیونکہ دیدار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیامت میں سب کو نصیب ہوگا دُنیا میں خواب میں زیارت کرنیوالوں کے لئے تخصیص بے معنی اور خلاف نصوص ہے اور بعض کا زمانہ حضورؐ کے ساتھ مخصوص کرنا بایں طرز کہ جو شخص غائبانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور خواب میں زیارت کی تو اسے بیداری میں بھی زیارت ہوگی اس تخصیص میں بھی نظر ہے، چونکہ لفظ حدیث مقتضی عموم از منہ ہے تخصیص زمانۂ حیات اس میں کوئی نہیں پائی جاتی۔ بجز اس کے بعد از وصال آنحضرتؐ کے زیارت چشم سر کو بعید اور محال سمجھا جاوے حالاں کہ اللہ تعالیٰ "انّ اللہ علی کل شئی قدیر ہے۔ اور بعض کا مخصوص اہلیت کے ساتھ کرنا یہ بھی خلاف مقتضائے حدیث ہے پس بحمد اللہ حدیث اپنے عموم پر رہی اور جس نے خواب میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے وہ بیداری میں بھی ضرور دیکھے گا۔ خواص کے لئے کسی وقت کی تخصیص نہیں اور نہ ہی کوئی ان کے لئے تعداد مقررہ ہے۔ ان کی استعداد اور عشق و محبت کے جذبے کے مطابق آنحضورؐ جب چاہیں جیسا چاہیں زیارت کرا سکتے ہیں۔

باقی رہا مسئلہ عوام الناس کا سو جن عوام نے خواب میں زیارت کی ہے اگر زندگی کے باقی حصوں میں اس نے زیارت نہیں کی تو مرتے وقت اسکی روح بدن سے خارج نہ ہوگی جب تک جمال محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف نہ ہو۔ پس اس حدیث نے ثابت کر دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حیات دنیاوی وحقیقی وحسی کے ساتھ اپنی مزار پاک میں زندہ ہیں۔

اب ہم اس مسئلہ سے دوسرے مسئلہ کی طرف انتقال کرتے ہیں، کہ جب حضورؐ کو بیداری میں زیارت کرانیکی طاقت اللہ کی جانب سے دی گئی ہے تو انہیں پھر ملکوت علوی سفلی میں سیر کرنیکی طاقت بھی دی گئی ہے۔ یعنی وہ سیر کسی فرد کسی صوبہ اور کسی ملک کے ساتھ خاص نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت زمین کے سات حصّوں میں موجود ہے اور ہر جگہ حضورؐ کے عشاق اور طالب جاگتے زیارت کرنیوالے موجود ہیں، تو یہ دلیل ہوگئی عموم سیر کی۔ کیوں کہ منجملہ مقاصد سیر کا اپنے عشاقوں اور مشتاقوں کے دلِ حزین کو جلوۂ دیدار سے تسکین کرانی بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ نعمتِ عظمیٰ سب مسلمانوں کو نصیب کرے۔ آمین ثم آمین صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ مقدارہ وحسنہ وجمالہ وکمالہ وآلہ اجمعین۔

قبل اس کے کہ ہم حضورؐ کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملکوت علوی وسفلی کی عام سیر کی اجازت وطاقت دی گئی اس کے نقلی وعقلی دلائل پیش کریں یہاں ایک خدشہ مع الجواب کا ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں، جو کہ مُفسّرُ القرآن علامہ محمود الالوسیؒ نے اپنی تفسیر روح المعانی ص۳۹ پارہ ۲۲ میں ذکر کیا ہے۔

**اعتراض**: حضورؐ کا بیداری میں دیکھنا قرنِ اوّل میں واقعہ نہیں ہوا۔ ورنہ کئی مسائل اختلافی کا حل ہو جاتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب حضورؐ کی زیارت بیداری میں کرتے تو ان مسائل کو حل کرا لیتے۔ اور حضرت عمر رضؓ کو اپنے دورِ خلافت میں لیتنی کنت سألت کہنا نہ پڑتا۔ اے کاش کہ میں یہ مسئلہ حضورؐ سے پوچھ لیتا۔ اور نہ ہی حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کو واقعات جنگ جمل کے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ قرنِ اوّل میں ظہور رؤیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یقظۃً نہ ہونا اور متاخرین علماء اور صوفیا کا بیداری میں دیکھنا اور اس دیکھنے کے متعلق اس کثرت سے روایات کا ہونا جن روایات کے حدِ تواتر کو پہنچنے کی وجہ سے

تردید مشکل ہے۔ ان ہر دو امرین کی تطبیق ضروری ہے تاکہ قرنِ اول کی عدم رؤیت اور بعد والوں کی وقوع رؤیت میں تعارض اُٹھ جائے۔ تو اس کا جواب روح المعانی نے یہ دیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیداری میں دیکھنا خلافِ عادت اموروں میں سے ہے۔ جس کو خوارق العادت کہا جاتا ہے۔ یہ امور بطور کرامت ظاہر ہوتے ہیں، اولیاء سے اور بطور معجزہ کے انبیاء سے۔ قرنِ اول کا زمانہ شمسِ رسالت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبویہ کے قریب تھا۔ اور حضورؐ کے برقعہ پوشی کو تھوڑا ہی وقت گذرا تھا۔ اس قرن میں آفتابِ نبوت کی نورانی جھلکیں صحابہ کبار اور تابعین کے نورانی قلوب پر پوری طور پر جلوہ گر تھیں۔ جس کی وجہ سے کرامت کا ظہور جو کہ بمنزلہ ستاروں کے ہیں ان تیز شعاعوں کی وجہ سے نہیں ہو سکتا تھا۔ کیوں کہ حضورؐ کا فرمان تھا: خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم:

بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے پھر اصحاب کا زمانہ پھر تابعین کا زمانہ اور پھر تبع تابعین کا زمانہ اور یہ بھی ممکن ہے کہ قرنِ اول میں بعض صالحین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار بیداری میں ہوا ہو۔ اور انہوں نے کیا پھر مصلحت کی وجہ سے اس کا افشاء نہ کیا ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ رؤیت بلفظ قرنِ اول میں کسی آزمائش کی ابتلاء کی حکمت کے لئے واقعہ ہوئی ہو یا عدم وقوع رؤیت کسی فتنہ کے خوف سے ہوئی ہو۔ یا اس لئے کہ ایک شیشہ موجود تھا۔ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رُخِ انور نظر آجاتا تھا۔ اس شیشے کے استعمال کو شیخ عبد الحق محدثِ دہلویؒ نے اپنی کتاب الاعمال الماثورہ فی ایام المشہورہ میں ذکر کیا ہے۔ اور علامہ ابنِ حجر رح نے فتح الباری جلد ۱۲ میں ذکر کیا ہے۔ اور یا اس لئے کہ لوگ ان مسائل میں جن میں اجتہاد کی ضرورت ہے کتاب اور سنت کی طرف دوڑیں، تاکہ اجتہاد کا دروازہ کھل جائے اور شریعت کے احکام منتشر ہو جاویں۔

اب ہم عموم سیر کے نقلی دلائل پیش کرتے ہیں۔

ہم نے جو اوپر ذکر کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت صورۃ مثالی سے ہوتی ہے۔ تو اس سے جو شیخ صفی الدین ابی منصور اور ابی غفار نے شیخ ابی عباس طنجی سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان زمین عرش کرسی سب جگہوں میں دیکھا۔ کہ یہ سب مقامات حضورؐ کے ایک وجود سے بھرے ہوئے تھے۔ اس سے یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ مختلف مقامات اور

اقطار متباعدہ میں بیک وقت مختلف اشخاص کس طرح دیکھ سکتے ہیں۔ اور اب کا الشمس فی بُعد السماء کی دلیل دینے کی ضرورت نہ رہی۔ یہ رؤیت اکثر ان کا ملینوں کو ہوتی ہے جو شریعت سے انحراف نہیں کرتے۔ جوں جوں مناسبت بوجہ اتباع شریعت کے حضورؐ کے ساتھ ہوتی ہے۔ توں توں حجابات اور کثافتیں اٹھتی چلی جاتی ہیں۔ رؤیت حقیقی کے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ عاشقانِ جمال محمد صلی اللہ علیہ وسلم منزلِ مقصود یعنی جمال مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر پہنچکر واصل باللہ ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو یہ نعمتِ عظمیٰ نصیب کرے۔ آمین پھر کبھی کبھی مرتے وقت بعض علماء امت کو بوجہ قوت جمعیت یہ سعادت نصیب ہو جاتی ہے۔ یعنی دیدار محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

نمبر ۸ جواہر البحار صد ۹۰ ہم میں ہے:۔

ومن الادلة العقلية والنقلية ايضاً على ما ذكران النبي صلى الله عليه وسلم حاضر البتة دان الله تبارك وتعالىٰ (نصه) شاهداً على اعمال العبا وخيرها وشرها فقال الله تعالىٰ "انا ارسلناك شاهداً ومبشراً" والشاهد لابدان يكون حاضر المشهود عليه وناظر المشهود اليه فعلم انه صلى الله عليه وسلم كل عالم وحاضر في كل مكان۔ ادلہ عقلیہ نقلیہ میں سے یہ بھی ہے۔ حضورؐ بوجہ شاہد ہونے کے ہر جگہ حاضر ہیں۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی یا ایھا النبی انا ارسلناک الخ شاہد کے لئے ضروری ہے جس کی شہادت دے اس کے سامنے موجود ہو اور اس کا دیکھنے والا ہو۔ پس معلوم ہوا کہ حضورؐ نے ہر مکان کو بھر دیا ہے۔ اور ہر مکان میں حاضر ہیں۔

## اعتراض

لتکونوا شهداء على الناس میں امتِ محمدی کو اللہ تعالیٰ نے شاہد فرمایا۔ پس جب کہ امتِ مرحومہ شاہد ہوتے ہوئے ہر جگہ حاضر ناظر نہیں۔ تو حضورؐ کس طرح حاضر ناظر ہو سکتے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضورؐ کی شہادت بالذات ہے اور امت کی شہادت علی الشہادت ہے تو اب مساوات نہ رہی۔ یہاں اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اُمت کو بھی اللہ تعالیٰ نے

شہداء علی الناس کہا ہے اور حضورؐ کو بھی شاہد کہا ہے۔ جب کہ اُمت ہر جگہ حاضر ناظر نہیں تو حضورؐ کس طرح حاضر ناظر ہو سکتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ امت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شاہد علی الشاہد ہے۔ اور حضورؐ خود اصل شاہد ہیں۔ کیوں کہ اُمت نے قرآن پاک پڑھا اور اس میں انبیاء علیہم السلام کی بابت تبلیغ اور پیغام حق ہر پیغمبر کا اپنی امت کے لئے پڑھا اور حضورؐ کی زبانی سُنا تو ان کی شہادت علی الشہادت ہوئی پھر مساوات شہادت حضور علیہ السلام جس کی وجہ سے آپ کا موجود ہونا ضروری ہے اور ان کی شہادت علی الشہادت کا قطعاً اعتراض نہ رہا۔ ملاحظہ ہو جواہر البحار صہ ۹۰ ۴

لما كان كل رسول اذا مات ان انتهت شريعة وارسل رسول غيره ولم يكن نبينا كذالك بل بشريعة مستمرة ودعوته قائمة باقية الى يوم القيامة ومعها وبعدها اذ لانبي بعده ان شهادته صلى الله عليه وسلم مستمرة بموجب حضور في جميع العوالم وامتلاء الكون والمكان والزمان به فكان مثاله في هذا المعنى كما اسلفناه وكما اشرنا كبدر في سماء علو الفضل ونحن تحته سائرون في ضوء نوره متى رفعنا رؤسنا اليه ونحن في شدة العدد والمشى والتأنى او جلسنا او نمنا او استيقظنا نراه معنا فوق رؤسنا ولو مشينا الى اقصى المشرق ومشى آخرون[1] القضار كل ذا نبيهم محمد صلى الله عليه وسلم حاضر معهم كحضور البدر مع هؤلا كلهم رواه ايضاً فمن الناس المقربين من اجتماعه بالنبى صلى الله عليه وسلم بمصر مثلا اقوى من اجتماع بعض الحجاج به عند محل قبره اذ من الناس من حضور هو كالغيبته ومن الناس من غيبتهم اقوى من الحضور :

حضورؐ سے پہلے جتنے پیغمبر ہوئے ہیں ان کے وصال کے بعد ان کی شریعت ختم

[1] آخرون الى اقصى المغرب وركب آخرون السفن في لجج البحار وصعد آخرون الجبال وسالد

ہو جاتی تھی اور ان کا نائب دوسرا پیغمبر ہو جاتا تھا۔ لیکن ہمارے حضورؐ کی شریعت دائمی ہے اور آپ کی دعوت قیامت تک باقی ہے۔ انسان من حیث الانسان آپکی نبوۃ سے قیامت تک آپ کا اُمتی ہے۔ جو مسلمان ہو گیا۔ وہ اجابت میں داخل ہو گیا اور جس نے کلمہ نہیں پڑھا وہ امتِ دعوۃ میں شامل رہا کیوں کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ اس لئے آپ کی گواہی بھی مستمرہ اور دائمی ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کون ومکان وزمان کو بھر دیا ہے۔ تو اسکی مثال ایسی ہوئی جیسا کہ چودہویں کا چاند اپنی بلندی کی فضیلت کو لئے ہوئے آسمان پر موجود ہے اور ہم سب اسکی روشنی میں چل رہے ہیں جب سر اٹھائیں تو وہی نظر آتا ہے اور تیزی سے دوڑنے اور چلنے اور آرام میں رہنے اور بیٹھے سوتے اور جاگتے سامنے وہی ہے۔ ہم کیوں نہ مشرق کی آخری سرحدوں پہ پہنچیں اور ہمارے دوسرے ساتھی مغرب کی آخری سرحدوں پہ پہنچیں اور کیوں نہ ہم میں سے ایک جماعت سمندر کی لہروں میں جہازوں پر سوار ہو اور دوسری پہاڑ کی چوٹی پر اور کوئی جماعت جنگلات اور لق ودق بیابانوں میں چل رہی ہو۔ تو ان سب حالات میں ان سب کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم (بدر کیطرح) یعنی چودہویں کے چاند کی طرح موجود ہیں۔ بعض مقربین کا اجتماع بالنبیؐ ہیں ہستے ہوئے اقویٰ ہے بعض ان محتاج سے جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارِ مقدس کی زیارت کرتے ہیں۔ اس لئے کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ قساوتِ قلبی کی وجہ سے ان کی حاضری کالعدم ہوتی ہے اور بعض لوگوں کی اپنے گھروں میں رہتے ہوئے غیوبت بوجہ مکمل عشق واتباعِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حضوری سے بھی اقویٰ ہوتی ہے۔

نمبر ۹ وصال کے بعد وسعت نظرِ انبیاءؑ کی اس قدر وسیع اور محیط ہو جاتی ہے کہ ان سے کوئی چیز مخفی نہیں رہتی۔ حافظ عبد العزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ابریز شریف میں لکھا ہے :-

والسمٰوٰت والارضین السبع فی نظر المؤمن کحلقۃٍ ملقاۃ فی فلاۃ

من الارض "۔ یعنی سات آسمان اور سات زمینیں صالح مؤمن کی نظر میں

مثل ایک انگشتری کے ہے جو فراخ زمین میں پڑی ہو"۔

نمبر ۱۰ بعد وصال انبیاء علیہم السلام کی حالت ملائکہ جیسی ہو جاتی ہے اور ان کا مزاج ان کی طرح ہو جاتا ہے۔ سرعتِ سیر! بہت تھوڑے وقت میں عالم علوی و سفلی کا تائیدِ ایزدی کے ساتھ سیر کر لینا جیسا کہ انبیاء علیہم السلام سے معراج کی رات میں سرعت سیر کا وقوع ہوا۔ چنانچہ ذرا سے عرصہ میں آدمؑ نے ہزار برس کا راستہ طے کیا۔ اور یحییٰؑ نے دو ہزار برس کا اور موسیٰؑ نے چھ ہزار برس کا اور ابراہیمؑ نے سات ہزار برس کا تو اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی سی دیر میں ساتوں زمین اور آسمانوں کی سیر کر لیں تو کونسی تعجب کی بات ہے کیونکہ حضور کا مقام سب انبیاء علیہم السلام سے فائق ہے۔ پس تحقیق بالا سے حضورؐ کا عموم سیر جمیع اقطار الارض میں ثابت ہوا۔ حضورؐ کو اللہ کی جانب سے اختیار ہے ان سب صورتوں میں جیسی صورتیں چاہیں اپنے غلاموں اور مشتاقوں کو دیدار کرائیں۔ اور نبوت کی تجلی سے عالمِ دُنیا میں جسے چاہیں ہر صورت میں آپؐ تجلی کرا سکتے ہیں۔ اور دقت تجلی رفع حجاب ہو جاتا ہے اور روضۃ القدس سے ذاتِ کریمہ کی ملاقات ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ مصافحہ تک جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور کہیں صورتِ مثالیہ سے خواب میں یا بیداری میں مشاہدہ جمال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہو جاتا ہے اور کہیں آسمان اور زمین کو بھر دینے والی تجلی سے دلِ محزوں کو تجلیات جمالی سے منور کیا جاتا ہے اور کہیں بذریعہ طی الارض زیارت کرا کے اپنے عاشق زار کو سلوک کی تمام منزلیں طے کرائی جاتی ہیں۔ اور کہیں سرعتِ سیر کی طاقت کو استعمال کر کے بیکسوں اور غریبوں کے گھروں میں نبوۃ کی روشنی کا ظہور ہو جاتا ہے اور بیکسوں کے ناخدا ان کی درد بھری فریادیں سنتے ہوئے ان کے گھروں میں تشریف آوری فرما کر ان کی امداد فرماتے ہیں۔ اور کہیں بوجہ شاہد امت ہونے کے حاضر ناظر بن کر اعمالِ اُمت کا ملاحظہ کیا جاتا ہے اور امتِ مرحومہ کی نیک مجالس جن میں درسِ قرآن پاک و حدیث و محافل میلاد شریف میں شمولیت کی جاتی ہے اور بعد شمولیت ذاتِ کریم تشنگانِ دیدار کو شربتِ وصال سے مستفیض فرماتے ہیں۔ اور سب بلایا اور مصائب کو ہٹا کر خیر و برکت کے لئے دُعا فرماتے ہیں۔ صلی اللہ علیٰ مقدارِ حسنہ وجمالہ وکمالہ وآلہٖ اجمعین ،

والحمد للّٰہ رب العالمین۔

بقول شاعر انسان اس شعر کا یہاں مصداق ہو کر ایمان کو تازہ کرتا ہے ؎

جائیکہ زاہداں بہ ہزار اربعین رسند ٭ مست شراب عشق بیک آہ می رسند

کہیں وسعت نظر کی قدرت سے عارفین راہِ طریقت کے حجابات رفع فرما کر بصرہ الذی یبصر بہ کا مقام دلایا جاتا ہے اور کبھی منشاء انتزاعیات اور مالکِ کل ارواح ہونے کی وجہ سے ارواحِ مومنین پر توجہ رحمت فرما کر انہیں حیات طیبہ کے مقام پر سرفراز کیا جاتا ہے اور پھر کسی وقت ساری دُنیا کو ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح دیکھتے ہوئے عاصیانِ امت پر نظرِ رحمت فرما کر ان کے گناہ معاف کرائے جاتے ہیں۔ اور کہیں مدینہ منورہ چودہویں کے چاند کی طرح اپنی نورانی کرنوں سے مردہ دلوں کی کثافتوں کو دُور کر کے ان کے دِل کے قمقموں کو جگمگایا جاتا ہے اور کہیں فیکون الرسول علیکم شہیدا کے بمطابق فرمانِ ایزدی شاہدِ امت بن کر ذرہ ذرہ اعمالِ امت کی جانچ پڑتال کرتے ہوئے حاضر ناظر کا مسئلہ عاشقانِ امت کو سمجھایا جاتا ہے۔ اور کہیں ومامن موضع الا فیہ النور الشریف کو مدِ نظر رکھتے ہوئے عاشقانِ جمالِ محمدی کے دلوں کو عکس اور انتقاش کا آلہ اور آئینہ بنایا جاتا ہے۔ اور بسیا ختہ کہنا پڑتا ہے ؎

دل کے آئینہ میں ہے تصویرِ یار ٭ جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

اور کہیں حلول برکت اور امداد بیکسوں کے لئے خود ذات کریمہ تشریف لا کر ان کو مطمئن اور سرخرو فرماتے ہیں۔ فتلك عشرة كاملة

عموم سیر آنحضورؐ کی ان دس صورتوں میں سب سے زیادہ قوی تین صورتیں ہے۔

۱؎ ذات کریمہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یقظۃً تشریف لا کر دیدار کرانا ۲؎ یا صورتِ مثالیہ سے مشتاقین جمال کو شربت وصل پلانا، ۳؎ پھر ملاء الکون کی تجلّی سے ان کے قلوب کو اپنے جمال سے بھر دینا۔ ان تین صورتوں میں اکثر مشاہدات اولیاء اللہ کے ہیں۔ جیسا کہ ان مشاہدات کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ پس حدیث من رآنی فی المنام فسیرانی فی الیقظۃ کی مکمل تحقیق سے ثابت ہو گیا، کہ حضورؐ اپنے مزار اقدس میں بجسدہٖ و روحہٖ حیاتِ حقیقی دنیاوی حسی سے زندہ

ہیں۔ اور آپ کو کلی اختیار ہے جہاں چاہیں سیر کریں اور صالحینِ امت کے جنازوں میں شمولیت فرمائیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مسلک ہے: اور فقد رآنی یقظۃً جزاء ہے۔ حدیث مذکورہ بالا بھی اس پر شاہد ہے۔ فتیقن ولا تکن من المرتدین والحمد للہ رب العالمین صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

بخاری شریف صہ ۱۵۰ باب التشہد فی الآخر میں ہے: ——— ابو نعیم قال حدثنا الاعمش عن شقیق بن سلمۃ قال قال عبد اللہ کنا اذا صلینا خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلنا السلام ——— علی جبرائیل و میکائیل السلام علی فلان و فلان فالتفت الینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان اللہ ھو السلام اذا صلی احدکم فلیقل التحیات للہ والصلوٰۃ والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین فانکم اذا قلتموھا اصابت کل عبد للہ صالح فی السماء والارض اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ۔ ترجمہ شفیق بن سلمہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ عبد اللہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جب ہم نماز پڑھتے تھے۔ تو السلام علی جبرائیل و میکائیل السلام علیٰ فلاں علیٰ فلاں پڑھتے تھے تشہد میں۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری طرف توجہ فرمائی اور فرمایا کہ اللہ ہی سلام ہے جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو تشہد میں التحیات للہ الخ پڑھا کرو کیوں کہ جب تم یہ کہتے ہو ہر نیک بندہ جو آسمان و زمین میں۔ اسے یہ سلام پہنچتا ہے پھر فرمایا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ الخ اور صحیح مسلم شریف، ابو داؤد شریف، ابن ماجہ، نسائی شریف اور صحاح ستہ میں یہ تشہد عبد اللہ بن مسعودؓ موجود ہے۔ ترمذی شریف جلد اوّل صہ ۳۸ میں لکھا ہے: وھو اصح حدیث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی التشہد علیہ عند اکثر اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن بعدھم من التابعین وھو قول سفیان الثوری وابن المبارک واحمد واسحٰق ترجمہ تشہد میں جو احادیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں سب میں یہی

حدیث اصح ہے اکثر اہل علم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ان کے بعد تابعین کا عمل اسی حدیث پر ہے۔ سفیان ثوری وابن المبارک واحمد واسحاق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ اور فتح الملہم جلد ۲ صہ ۱۳ میں اسی حدیث کے تحت لکھا ہے:

قال الشیخ ولی اللہ الدھلوی قدس اللہ روحہ وجاء فی التشھد صیغ اصحھا تشھد ابن مسعود (ھذا) رضی اللہ عنہ ثم تشھد ابن عباس وعمر رضی اللہ عنھما وھی کاحرف القرآن کلھا شاف کاف قال بعض العلماء ان تشھد ابن المسعود راجح علی تشھد غیرہ لانہ کما قال الترمذی اصح حدیث روی فی التشھد والعمل علیہ عند اکثر اھل العلم من الصحابۃ والتابعین وھو کما قال البزاز روی عن نیف وعشرین وجھا ولا نعلم روی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اثبت منہ ولا اصح اسنادا ولا اشھر رجالا ولا اشد تظافرا بکثرۃ الاسانید ولما قال مسلم ان اصحاب ابن مسعود لا یخالف بعضھم بعضا وغیرہ وقد اختلف اصحابہ ولان الائمۃ الستۃ قد اتفقوا علی تخریجہ لفظا ومعنی وھو نادر وقد اخرج الترمذی باسنادہ عن خصیف انہ قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فقلت لہ یا رسول اللہ ان الناس قد اختلفوا فی التشھد فقال علیک بتشھد ابن مسعود واتفقہ فی تشھدہ جماعۃ من الصحابۃ ووقع التاکید فی تعلیمہ واخذہ فقد روی الطحاوی من الطریق الاسود بن یزید عنہ قال اخذت التشھد من فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولقننیہ کلمۃ کلمۃ وفی بعض الروایات علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التشھد وامرہ ان یعلمہ الناس

حاشیہ: وکفی بین کفیہ وفی بعضھا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمنا التشھد کما یعلمنا السورۃ من القرآن ولاحمد من حدیث ابی عبیدۃ عن عبد اللہ کما فی المنتقی قال علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التشھد

التحیات للہ وذکرہ ونقل ابن الہمام والعینی ان ابا حنیفہ قال اخذ حماد بیدی فقال حماد اخذ ابراھیم بیدی وقال ابراھیم اخذ علقمہ بیدی اخذ ابن مسعود بیدی وقال ابن مسعود اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدی وعلمنی التشھد کما یعلمنی السورۃ من القرآن وکان یاخذ علینا وکان عبداللہ یکرہ ان یزاد فیہ حرف او ینقص منہ کما ذکرہ محمد فی المؤطا وایضاً وردفیہ صیغۃ الامر وا قل مراتب الاستحباب وفیہ الالف واللام وھو للاستغراق وفیہ زیادۃ الواو وھی لتجدید الکلام فیصیر کل ثناء علی حیالہ کما فی القسم ففی واللہ الرحمٰن الرحیم یمین واحد وفی واللہ والرحمٰن والرحیم ایمان ثلاث ھذہ کلھا وجوہ افضلیۃ تشھد ابن مسعود وقد ذھب صاحب البحر من اصحابنا الی کون قراۃ تشھد غیرہ مکروھاً تحریماً ولعل الروایات عند الحنفیہ مختلفۃ من بینھا روایۃ الکراھۃ والظاھر من کلام محمد فی المؤطا وغیرہ ومن عامۃ روایاتھم الجواز والاختلاف فی الافضلیتہ ویشیر الیہ کلمات اکثر الحنفیہ واللہ اعلم۔

شیخ ولی اللہ دہلوی قدس اللہ روحہٗ نے کہا تشہد میں مختلف معنی آئے ہیں۔ اصح تشہد ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اس کے بعد تشہد ابن عباس و عمر رضی اللہ عنہما کا اور سب تشہد کافی شافی ہیں۔ حروفِ قرآن کی طرح بعض علما نے کہا ہے کہ تشہد عبداللہ بن مسعود راجح تشہد غیرسے ہے۔ کیوں کہ ترمذی شریف کے کہنے کے مطابق سب باب تشہد میں اصح الاحادیث یہی ہے اور اکثر اہل علم اصحاب اور تابعین کا اسی پر عمل رہا ہے۔ اور بزاز نے کہا کہ چند اوپر بیس وجہ سے یہ حدیث عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے۔ اور ہم نہیں جانتے کہ اس حدیث عبداللہ بن مسعود سے زیادہ اصح اسناداً اور اشہر رجالاً اور کثرت اسانید سے غالب

اور کوئی حدیث مروی حضورؐ سے ہوا اور بسبب اس کے کہ کہا مسلم نے اصحاب

عبداللہ بن مسعودؓ آپس میں مختلف نہیں ہوتے بخلاف غیر عبداللہ بن مسعودؓ کے اور

بسبب اس کے کہ چھ ائمہ حدیث اس کی تخریج پر لفظاً اور معنیً متفق ہیں۔ اور یہ

بہت ہی نادر بات ہے اور ترمذی نے باسناد ضعیف سے روایت کی ہے۔ اس

نے کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے۔ پھر عرض کی!

یا رسول اللہ لوگ تشہد میں مختلف ہیں۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ لازم پکڑ و تشہد عبداللہ بن مسعود کو اور ایک جماعت صحابہ کی تشہد عبداللہ

بن مسعود پر متفق ہیں۔ نیز اسکی واَخَذَ میں تاکید واقع ہوئی ہے اور طحاویؒ نے طریق

اسود بن یزید سے روایت کی ہے اور کہا اخذ کیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کے منہ مبارک سے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک ایک کلمہ سکھایا

اور بعض روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھایا اور میرا ہاتھ اپنے

ہاتھوں میں لیا اور بعض روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشہد ایسے سکھاتے

تھے جیسے سورت من القرآن۔ اور احمد روایت کرتے ہیں حدیث ابی عبیدہ عن

عبداللہ ابن مسعود کما فی المنتقی کہ عبداللہ بن مسعود نے کہا مجھے سکھایا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یعنی تشہد مجھے حضورؐ نے سکھایا اور حکم کیا کہ

لوگوں کو سکھاؤ التحیات للہ اور ذکر کیا التحیات کو الخ اور ابن ہمام اور عینی نے

نقل کیا ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا ہاتھ حماد نے پکڑا اور حماد

نے کہا کہ میرا ہاتھ ابراہیم نے پکڑا، ابراہیم نے کہا میرا ہاتھ علقمہ نے پکڑا اور علقمہ نے

کہا میرا ہاتھ عبداللہ بن مسعود نے پکڑا اور عبداللہ بن مسعود نے کہا میرا ہاتھ جناب

رسول اللہ نے پکڑا اور مجھے تشہد سکھایا جیسا کہ سورت القرآن سکھاتے تھے۔

اور ہم سے مواخذہ کرتے تھے اور عبداللہ بن مسعود مکروہ سمجھتے تھے۔ کہ کوئی

حرف بڑھائیں یا گھٹائیں جیسا کہ ذکر کیا امام محمدؒ نے موطا میں۔ و نیز صیغہ امر

وارد ہوا۔ اور اقل مراتب امر استحباب ہے اور الف لام استغراق کے لیے ہے

اور واؤ تجدید کلام کے لئے ہے پھر ہر ثنا علیحدہ اور بالمقابل ہوئی جیسا کہ قسم میں واللہ الرحمٰن الرحیم۔ (بغیر واؤ کے) ایک قسم ہے اور واللہ والرحمٰن والرحیم تین قسمیں ہیں۔ یہ سب وجوہ افضلیت تشہد ابن مسعودؓ ہیں اور احناف غیر تشہد ابن مسعودؓ کو مکروہ تحریمی کہتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ حنفیہ کے روایات غیر تشہد عبداللہ بن مسعودؓ میں مختلف ہیں۔ اور اختلاف افضلیت میں ہے اور اکثر حنفیہ کے کلمات اسی طرف مشیر ہیں۔ واللہ اعلم بحقیقتہ۔

اور عرف شذی شرح ترمذی صہ ۱۳۲ میں ہے۔

ثبت کثیر من صیغ التشهد والاشهر وهو اصح ما فی الباب باقرار المحدثین تشهد ابن مسعود و هو مختار الاحناف واختار مالک تشهد الفاروق الاعظم واختار الشافعی تشهد ابن عباس وفی عامة کتبنا جواز کل من التشهدات وقال صاحب البحر بلحنا من جانبه ینبغی وجوب تشهد ابن مسعود و تشهد ابن مسعود مروی لستین طرقه ذکره البزاز واخرجه محمد فی کتاب الآثار قال محمد اخذ ابو حنیفه بیدی وعلمنی تشهد ابن مسعود وقال اخذ ابراهیم النخعی بیدی وعلمنی تشهد ابن مسعود ووصله الی رسول الله صلی الله علیه وسلم

ترجمہ: مشہور و اصح ما فی الباب باقرار المحدثین تشہد عبداللہ ابن مسعودؓ ہے۔ اور یہ مختار الاحناف ہے۔ اور امام مالکؒ نے تشہد ابن فاروق اعظمؓ کو اختیار کیا۔ اور امام شافعیؒ نے تشہد ابن عباسؓ کو اختیار کیا اور ہماری کتبِ عام میں سب تشہدات کا جواز ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ساٹھ طریقوں سے مروی ہے کذا ذکرہ البزاز اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الآثار میں لکھا ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے میرا ہاتھ یعنی امام محمدؒ کا ہاتھ پکڑا اور مجھے عبداللہ بن مسعودؓ کا تشہد سکھایا، حماد نے کہا کہ ابراہیم نخعی نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے بھی انہوں نے تشہد ابن مسعودؓ سکھایا اور پہنچا دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک۔"

اور عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری مصری ص۳۱۱ وجہ تشریح تشہد ابن مسعود علی جمیع الروایات ایک تو وہی وجہ ہے جو صاحب ترمذی نے لکھی ہے جو پہلے ذکر ہو چکی ہے۔ قال الترمذی اصح حدیث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی التشہد حدیث ابن مسعود والعمل علیہ الخ اور اسی صفحہ پر لکھا ہے:

وقال البغوی اشد ها صحۃ باتفاق المحدثین حدیث ابن مسعود ثم حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ اور اسی صفحہ پر امام طحاوی کا قول آخر باب میں نقل کیا اور لکھا فالمتفق علیہ اولی من المختلف فصار کونہ متفقا علیہ دون غیرہ من مرجحاتہ لان الرواۃ عنہ من الثقات لم یختلفوا فی الفاظہ بخلاف غیرہ وان ابن مسعود تلقاہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم تلقنا فروی الطحاوی من طریق الاسود بن یزید عنہ قال اخذت التشہد من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقنہ کلمۃ کلمۃ وفی روایت ابی معمر عنہ وعلمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التشہد وکفی بین کفیہ ومن المرجحات ثبوت الواو فی الصلوات والطیبات وھی تقتضی المغائرۃ بین المعطوف والمعطوف علیہ فیکون جملۃ مستقلۃ بخلاف ما اذا حذفت فانما تکون صفۃ لما قبلہا وتعدد الثناء فی الاول صریح فیکون اولی ولو قیل ان الواو مقدرۃ فی الثانی ومنہا انہ وارد بصیغۃ الامر بخلاف غیرہ فانہ مجرد حکایۃ۔ ترمذی نے کہا کہ اصح حدیث تشہد میں عبداللہ بن مسعود کی ہے اور اسی پر عمل ہے۔ بغوی نے کہا ہے کہ بہت صحیح باتفاق محدثین حدیث عبداللہ بن مسعود ہے اور امام طحاوی نے کہا کہ متفق علیہ حدیث اولیٰ ہے مختلف فیہ سے۔ اور اس حدیث کا متفق ہونا ہی اسکی ترجیح کی دلیل ہے۔ کیوں کہ اس کے ثقہ راویوں نے الفاظ میں اختلاف نہیں کیا۔ بخلاف اور حدیثوں

کے اور نیز عبد اللہ بن مسعود رضؓ نے تلقین حضور سے یہ حدیث حاصل کی ہے۔
پس امام طحاویؒ نے اسود بن یزید کے ذریعہ سے۔ کہا ہے کہ میں نے تشہد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک سے حاصل کیا ہے۔ جو مجھے حضورؐ نے ایک ایک کلمہ سکھایا اور ابی معمر کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھی تشہد سکھایا میرے دونوں ہاتھ حضور کے دونوں ہاتھوں میں تھے اور یہ کہ مرجحات اسی حدیث میں سے ہے صلوٰۃ وطیبات کے درمیان واؤ کا ہونا جو کہ مغائرت معطوف اور معطوف علیہ کو چاہتی ہے۔ سو اسکی وجہ سے جملہ مستقل ہو جاتا ہے بخلاف نہ ہونے واؤ کے کیونکہ اس صورت میں ماقبل کی صفت بن کر ایک ہی جملہ ہو جاتا ہے اور تعدد الثناء واؤ کی صورت میں ظاہر ہے۔ پس یہی تشہد اولیٰ رہیگا اگرچہ کہا جاوے کہ واؤ دوسری روائیت میں مقدر ہے اور تشہد ابن مسعود کے وجوہ ترجیح میں صیغہ امر کا ہے۔ اس روایت میں بخلاف اور روایات کے ان میں صیغہ امر نہیں ہے صرف حکایت ہے"۔

فتح الباری جلد ۲ ص ۲۵۱ میں ہے، ولا اختلاف بین اھل الحدیث فی ذالک جزم بذالک البغوی فی شرح السنۃ ومن رجحانہ انہ متفق علیہ وان الرواۃ عنہ من الثقات لم یختلفوا فی الفاظہ بخلاف غیرہ انہ تلقاہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم تلقینا فروی الطحاوی من طریق الاسود بن یزید عنہ قال اخذت التشھد من رسول اللہ ولقننہ کلمۃ کلمۃ الخ ترجمہ:۔
حدیث تشہد ابن مسعود میں کسی اہلحدیث کا اختلاف نہیں ہے۔ بغوی نے شرح سنۃ میں اس کے ساتھ جزم کیا ہے اور اس کے رجحان کی وجہ یہ ہے کہ تشہد عبد اللہ ابن مسعود متفق علیہ ہے بخلاف دوسرے تشہدات کے اور اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔ ان کے الفاظ میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے۔ اور طحاویؒ نے طریق اسود بن یزید سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا خود میں نے حضورؐ کے منہ مبارک سے اخذ کیا حضورؐ

لے بچے ایک ایک کلمہ کی تلقین کی۔"

قسطلانی شرح بخاری ص ۳۰۰ میں ہے۔

واختاره ابوحنيفة واحمد والجمهور لانه اصح الباب واتفق

عليه الشيخان قال النووي انه اشدها صحة باتفاق المحدثين

ترجمہ: امام اعظمؒ وامام احمدؒ اور جمہور نے تشہد عبداللہ بن مسعود کو اختیار کیا۔ کیوں کہ اصح مافی الباب اور متفق علیہ شیخین یہ حدیث ہے۔" اور امام نوویؒ نے کہا کہ محدثین نے اس کے بہت صحیح ہونے پر اتفاق کیا ہے۔

پس تحقیق متذکرہ بالا سے مندرجہ ذیل اُمور ثابت ہوئے۔

۱۔ حدیث تشہد عبداللہ بن مسعود اصح الحدیث ہے۔ کما صرح بہ ترمذی۔

۲۔ جمیع آئمہ حدیث نے اسکی تخریج لفظاً و معنی پر اتفاق کیا ہے۔

۳۔ یہ حدیث معمول اکثر اصحاب و تابعین رضی اللہ عنہم ہے۔

۴۔ اجماع الناس اور جمہور صحابہ بھی اس تشہد عبداللہ بن مسعود پر ہیں۔

۵۔ تشہد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں السلام علیک ایہا النبی بکاف خطاب ہے اور اس پر جمیع ائمہ کا اتفاق ہے۔

۶۔ حضورؐ کے زمانہ سے لے کر آج تک مسلمان اسی خطاب کو علی وجہ الانشاء پڑھتے چلے آرہے ہیں۔

۷۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اور علماء امت رحمہم اللہ نے بھی اسی طرح کلمہ السلام علیک ایہا النبی کو بکاف خطاب اور علی سبیل الانشاء پڑھا ہے۔ اور اس میں کسی قسم کی ترمیم نہیں ہوئی اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پیشوائے اہلسنت والجماعت کا بھی یہی فرمان ہے، کہ اسی طرح التحیات پڑھا کرو اور کتب فقہ حنفیہ میں اس بات کی تصریح ہے جیسا کہ مفصل ذکر آویگا کہ پڑھتے وقت حکایت معراجیہ واخبار کا قصد نہ کیا کرو۔ بلکہ بطور انشاء اور اس نیت سے کہو کہ اب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روح پاک کے ملاقات کا تصور کرتے ہوئے یا آپ کی ذات کریمہ کا تصور کرتے ہوئے آپ پر سلام بھیج رہے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارا یہ

سلام فرشتوں کے ذریعے پہنچایا جاتا ہے اور حضورؐ اس سلام کا جواب بھی عطا فرماتے ہیں۔ جیسا کہ آگے ذکر کیا جاوے گا۔ پس اس سلام کو بطور انشاء پڑھنا اور ہر تشہد میں پڑھنا ہر نمازی کا پڑھنا جس کے پڑھنے کا سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا، یہ دلیل ہے اس کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیاۃ دنیاوی جسمانی حسی سے قبر مبارک کے اندر زندہ ہیں۔ وصلی اللہ علیك علیٰ مقدا حسنہ وجمالہ۔

یہاں ایک قوی اعتراض کیا جاتا ہے مولوی حسین علی ساکن واں بھچر ضلع میانوالی کی طرف سے ملاحظہ ہو اسکی تفسیر بلغۃ الحیران جس کے صہ ۲۳۷ میں ہے۔ ”کہ السلام علیک ایہا النبی کو بطور انشاء نہ پڑھا جائے۔ بلکہ بطور حکایت عنہ پڑھا جاوے سو اس کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ وھو ھذا۔

”اس کا یہ معنی نہیں کہ یہ شخص منادی بالکسر منادی بالفتح کی شکل خیال کرے۔ بلکہ اس منادیٰ کو بالفاظ خطاب ذکر کرنا ہے، وگرنہ تو لفظ ایہا النبی سے تحیۃ میں نماز فاسد ہو جائے گی۔“ اور صہ ۹۴ میں قولہ یا قوم یہ خطاب اسواسطے ہے کہ کبھی کبھی مخاطب جب خطاب کرتا ہے، جیسا کہ عورتیں اپنے مردہ بچے کو خطاب کرتے کہتی ہیں ہائے اے فلاں ایک دفعہ منہ تو دکھادے یہ معنی نہیں ہوتا کہ اس کی صورت بناکر اپنے ذہن میں تصور کر کے اسکو خطاب کرے جیسا کہ آج کل مشرکوں نے بنالیا ہے۔ الیٰ قولہ اسی طرح التحیات میں السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“ اور ان خطاب سے یہ مراد نہیں ہے کہ مخاطب سن رہا ہے۔“

## الجواب

ہم جو التحیات پڑھتے ہیں۔ اس میں اگر خطاب کے وقت انشاء اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کریمہ کا تصور نہ ہو اور صرف حکایت مقصود ہو اس خطاب کو عورتوں کے خطاب کی طرح جو کہ اپنے مُردہ بچوں کو نوحہ کے وقت کرتی ہیں جیسا کہ مولوی حسین علی نے سمجھ رکھا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک تو نمازی کی طرف سے نہ التحیات ہوگی نہ سلام حضورؐ پر ہوگا، اور نہ صالحین پر سلام ہوگا۔ نہ اشھد ان لا الہ الا اللہ پڑھنے سے توحید کی شہادت ثابت ہوگی

بلکہ معراج کی حکایت ثابت ہوگی۔ اور ایسا کرنا بوجوہ ذیل باطل ہے۔

۱ احادیث تشہد جو مروی ہیں ان میں سے کسی میں بھی نہیں فرمایا گیا کہ یہ حکم اس لئے دیا گیا کہ معراج میں یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ اور نہ واقعہ معراج میں اس طرح اشارہ کیا گیا کہ اس کی یاد نماز میں تشہد سے کرائی گئی ہے۔ لہٰذا تشہد میں جب التحیات للہ الخ نمازی پڑھیگا تو تمام کلمات میں اس پر انشاء لازم ہوگا۔ کیوں کہ تشہد ابن مسعودؓ نماز میں پڑھنے کے لئے اصحاب کو اس طرح سکھایا گیا، جیسے کوئی سورۃ القرآن سکھائی جاتی ہے اگر یونہی تاویلات واھیات سے احکام میں قطع و بُرید شروع ہوئی تو سرے سے نماز بھی اپنی طرف سے نہ سمجھنی چاہیئے کیوں کہ نماز انبیاء سالبقین کی عبادتوں کی یادگار ہے بسو ہم جس طرح نماز کو اپنی طرف سے عبادت الٰہی کے طور پر ادا کرتے ہیں اسی طرح تشہد کو بھی اپنی طرف سے پیش کریں گے۔

معتبر کتاب فقہ حنفی در المختار صـ ۳۸ جلد ا میں ہے۔

ویقصد بالفاظ التشہد معانیها مرادلہ علی وجہ الانشاء کانہ یحي اللہ تعالیٰ ویُسلم علیٰ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ نفسہ واولیاءہ لا اخبار عن ذالك ذکرہ فی المجتبیٰ وظاھرہ ان ضمیر علینا للحاضرین لاحکایۃ سلام اللہ اس کا ترجمہ غایۃ اوطار جلد ا صـ ۲۳۸ میں ہے:۔

قصد کیجے تشہد کے الفاظ سے ان کے معنی جو بطور انشاء کے نمازی کو مقصود ہیں۔ یعنی ان کا اسی وقت اس طرح تصور کرے کہ گویا نمازی اللہ کو تحیہ پہنچاتا ہے اور نہ قصد کرے تشہد کے الفاظ میں خبر دینا اور حکایت کرنا اسی طرح اس کو مجتبیٰ نے ذکر کیا جو قصہ معراج میں واقعہ ہوا تھا اسکی حکایت کا قصد نہ کرے اور وہ قصہ یہ ہے کہ شب معراج میں جب آنحضرتؐ مقام قرب میں حاضر ہوئے (الیٰ قولہٗ) اس قصہ کی حکایت پر نظر نہ کرے بلکہ یہ ارادہ کرے کہ میں خود اللہ تعالیٰ کے حضور میں تحیہ پیش کررہا ہوں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور تمام نیکوں پر سلام بھیجتا ہوں۔ انتہیٰ

اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے رد المحتار صہ ۴۷۶ جلد ما میں در المختار کی عبادت الاخبار عن ذالک کے تحت فرمایا ہے قولہ لا اخبار عن ذالک ای لایقصد الاخبار والحکایۃ عما وقع فی المعراج عنہ صلی اللہ علیہ وسلم ومن دبہ سبحانہ ومن الملئکۃ علیھم السلام۔ قول صاحب درالمختار کا کہ اس سے اخبار کا ارادہ نہ کرے یعنی اس واقعہ کو جو کہ معراج میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور رب العزت جل جلالہٗ اور ملائکہ علیہم السلام سے واقعہ ہوا تھا اس کی حکایت اور خبر دینے کا قصد نہ کرے۔"

اور احیاء العلوم مصنفہ امام غزالیؒ جلد ما صہ ۹۹ میں لکھا ہے:۔

واحضر فی قلبک النبی صلی اللہ علیہ وسلم وشخصہ الکریم وقل سلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ولتصدق املک فی انہ یبلغہ ویرد علیک ما ھو اوفی منہ۔ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ جب التحیات پڑھنے بیٹھے تو اپنے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ کو حاضر کرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور دل میں جما کر السلام علیک ایہا النبی عرض کرے اور یقین جانے کہ یہ سلام حضورؐ کو پہنچتا ہے اور حضورؐ اس کا جواب وافی اپنی شان کرم کے مطابق عطا فرماتے ہیں۔"

فتح الباری جلد ۲ صہ ۲۵۱ میں ہے:۔

ویحمل ان یقال علی طریق اھل العرفان ان المصلین لما استفتحوا باب الملکوت بالتحیات اذن لھم بالدخول فی حریم الحی الذی لایموت فقرت اعینھم بالمناجات فتنبھوا علی ان ذالک بواسطۃ النبی الرحمۃ والبرکۃ متابعۃ فاذ الحبیب فی حرم حاضر فسلموا علیہ قائلین السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اور احتمال ہے کہ کہا جاوے اہل عرفان کی طرز پر نمازی جبکہ ملکوت کے دروازے کو التحیات کیساتھ بارگاہ ایزدی سے کھلوانا چاہتے ہیں تو انہیں حی لایموت کی بارگاہ میں داخلے کی اجازت دی جاتی ہے پھر ان

کی آنکھیں اللہ کی بارگاہ میں مناجات سے ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔ پس انہیں تنبیہ کی جاتی ہے، کہ یہ سب نعمت تجھے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ملی ہے ان کی متابعت اور غلامی کا صدقہ ہے پھر کیا دیکھتے ہیں کہ حبیبؐ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ حبیب (یعنی بارگاہِ ایزدی) میں حاضر ہیں، پس السلام علیکم کہنے والے نمازی زیارت سے مشرف ہونے کے بعد فوراً ہی کہتے ہیں السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔"

مکتوبات شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص ۳۱۶ میں ہے۔

"وبعضے از عرفا از باب تحقیق گفتہ اند کہ آنحضرتؐ باعتبار سرایانِ حقیقت وے صلے اللہ علیہ وسلم در ذرائع موجودات واحاطہ ذات با برکات وے بسائر ممکنات در ذاتِ مصلی حاضر وشاہد است و درود بصیغۂ خطاب بملاحظہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم شہود است (صلی اللہ علیک یارسول اللہ)۔ ترجمہ: بعض عارفین ارباب تحقیق میں سے کہتے ہیں، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت موجودات کے ذروں میں گھلی ہوئی ہے۔ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کائنات کی پیدا ہونے کی علت حقیقی ہیں اور حضورؐ کی ذات بابرکات سے سب ممکنات میں احاطہ کیا ہوا ہے۔ تو ہر نمازی کی ذات میں حضور علیہ السلام حاضر وشاہد ہیں۔ اور صیغہ خطاب حضورؐ کے لئے مشہود دا ۔ ہوا ہے۔ (صلی اللہ علیک یارسول اللہ)

اشعۃ اللمعات ص ۳۵۷ حضرت شاہ صاحبؒ نے بعینہٖ عبارت ذکر کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضور شہود کی اسی تصور سے ملحوظ رکھنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"مصلی را باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد وازیں شہود غافل بنود تا بانوارِ قرب و اسرارِ معرفت منور وخائف گردد" نمازی کو چاہیئے اس معنی سے آگاہ رہے وہ اس شہود سے غافل نہ ہو تا کہ انوارِ قرب اور اسرارِ معرفت سے خائف اور منور نہ ہو"

۲ اگر یہ خطاب حکایتی ہوتا۔ تو محدثین یہ خطاب خصائص رسول اللہ میں کیوں لکھتے

کیوں کہ حکایت میں کوئی خصوصیت نہیں رہتی۔ قرآن کریم میں یا عیسیٰ یا آدم یا موسیٰ بلکہ یا مالک بھی آیا ہے جو حکایتاً نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ پس اگر یہ خطاب حضورؐ کا بھی حکایتاً ہو تو پھر حضورؐ کی خصوصیت نہ رہیگی۔ تو معلوم ہوا کہ یہ خطاب بطور انشاء ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے جو کہ بجز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب کسی اور کو نماز میں کرنا جائز نہیں بلکہ مفسد نماز ہے۔ ملاحظہ ہو شواہد الحق مصنفہ علامہ یوسف نبہانی رح صد ۱۸۸:-

ویؤید سماع النبی صلی اللہ علیہ وسلم سلام من یسلم علیہ من بعید وقریب مشروعیة السلام علیہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التشہد فی الصلوٰة بصیغہ الخطاب اذ یقول المصلی السلام علیك ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہٗ فلولم یکن صلی اللہ علیہ وسلم حیاً یسمع سلام جمیع المصلین اینما کانوا بسماع اللہ لہٗ ذالك لما کان لھذا الخطاب معنًی بل کان صدورہٗ من المصلین اشبہ بکلام المجانین منہ بکلام العقلاء فانك اذا سمعت متکلماً یخاطب انسانا میتا من عصور کثیرة او حیاً ولکنہ فی بلاد بعیدة تظن ان ذالك المتکلم قد اختلط عقلہٗ حتی خاطب من ذکر بخطاب الحاضر معہ۔ فاذن لم تشرع لنا مخاطبة النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلوٰة بھذا الخطاب الا وھو یسمعھا فی حیاتہ وبعد مماتہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی ان بعض الاولیاء سمعوا علیٰ سبیل الکرامة ردہٗ السلام علیھم عند قولھم السلام علیك ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہٗ

ولا استحالة فی ذالك لان الذی اطلعہ علی الغیب واسمعہٗ کلام من یخاطبہ من بعید وقریب ھو اللہ تعالیٰ ولا فرق عندہٗ تعالیٰ بین ان یکون ذالك فی حیاتہ وبعد مماتہ صلی اللہ علیہ وسلم فقد صح انہٗ حی فی قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم

لاسیما غیبة الحکم هناك لروحه النیرة الطاهرة المقتبس
من نورها الاعظم جمیع انوار الدنیا والاخرة فهی لایحجبها شیئ
من الاکوان مهما تباعدت الامکنة وتفاوتت الازمان ولذالك
یسمع الخطاب من جمیع المسلمین ویرد علی من اراد اللہ کرامته من
الاولیاء العارفین مهما شط المزار وتباعدت الدیار وقد
ورد من معجزاته صلی اللہ علیه وسلم السماع علی البعد کسماعه
صوة من استغاث به من بنی کنانه حینما حاربتهم قریش فی
مکة فسمعه صلی اللہ علیه وسلم فی المدینه وقال له لبیك لبیك
وتجهز لنصرتهم فکان الفتح الاعظم فتح المکة المشرفة ۔ ترجمہ
اور مؤید سماع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر اس شخص کے سلام کو جو آپ پر پڑھتا
ہے قریب ہو یا بعید جواز سلام تشہد نماز میں صیغہ خطاب کا ہے جب کہ
نمازی کہتا ہے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ پس اگر حضور م
زندگی کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت قوتِ سامعہ سے سب نمازیوں
کا یہ سلام نہ سنیں تو اس خطاب کرنے کا کوئی معنی نہیں بلکہ اس سلام کا نمازیوں
سے صادر ہونا بہت مشابہ ہو جاویگا دیوانوں کی کلام سے کیوں کہ جب تو ایک
متکلم کو سُنے کہ وہ کئی زمانے مرے ہوئے انسان کو گھر میں بیٹھے ہوئے خطاب کرتا
ہے یا کسی دُور کے رہنے والے انسان کو خطاب کرتا ہے تو تجھے یہ گمان ہوگا
کہ یہ متکلم پاگل ہے ورنہ حاضر کا خطاب مُردے اور دُور کے زندہ رہنے والے
انسان کو ـــــ نہ کرتا۔ پس معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جو خطاب
نماز میں کیا جاتا ہے بتلفظ السلام علیک تو حضورؐ اسے اپنی زندگی میں بھی سنتے
تھے۔ (خواہ وہ نمازی سامنے ہوتا یا کئی کوس دُور ہوتا) سو اسی طرح اب بھی
یعنی بعد وصال بھی نمازی خواہ مسجد نبوی میں نماز پڑھے یا کسی اور خطہ زمین پر پڑھے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم یکساں سنتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض اولیائے نماز میں السّلام

علیکَ پڑھتے ہوتے علی سبیل الکرامت آپ سے سلام ہذا کا جواب سُنا۔
اور یہ کوئی محال نہیں ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یعنی حضورؐ کو غیب پر مطلع کیا ہے۔ اور حضورؐ کو بعید و قریب سے مخاطب کرنے والے کی کلام سُنائی وہی خدا اس پر بھی قادر ہے، کہ نماز کا سلام بعید و قریب سے آپکو سُناتے پس آپ کی حیات میں اس سلام کو پہنچانا اور سُنانا اور بعد ممات کے سُنانا یکساں ہے۔ لہٰذا یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضورؐ اپنی مزار اقدس میں زندہ ہیں۔ خاص کر کہ اب مزارِ پاک میں غلبہ محکم روشن روح پاک کیلئے ہے جس نورِ اعظم کے لئے اکوان کی کوئی چیز خواہ جتنی دور کیوں نہ ہو اور خواہ جتنا زمانہ کیوں نہ گزرا ہو حاجب نہیں بن سکتی اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب مسلمانوں کا خطاب سنتے ہیں۔ عارفین اولیاء اللہ میں سے جن کو اللہ عزت دینا چاہتا ہے۔ اسے اس سلام کا جواب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیتے ہیں۔ اور وہ ولی بطور کرامت اس جواب کو سُن بھی لیتا ہے۔ دُور کا آواز سننا قریب کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہے جیسا کہ بنی کنانہ کے ساتھ جب قریش مکہ نے لڑائی کی اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امداد کے لئے پکارا تو حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے اس آواز کو مدینہ منورہ میں سُن کر جواباً فرمایا لبیک لبیک اور ساتھ ہی ان کی امداد کے لئے لشکر کی تیاری کر دی سو انہیں فتح عظیم حاصل ہوئی جسے فتح مکہ مکرمہ کہا جاتا ہے" اور اس کے آگے چلکر ص ۱۸۹ میں کہا ہے جس کا اُردو ترجمہ یہ ہے :۔

دُور سے سننا علی سبیل الکرامۃ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اولیاء اُمت (خُدّام) کو بھی حاصل ہوا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سُننے میں کیا تعجب ہے۔ قصہ ساریہ کا جو خراسان کے شہروں میں لڑائی کر رہا تھا اور حضرت عمرؓ منبر پر خطاب فرما رہے تھے انہوں نے اس حالت میں فرمایا "یا ساریۃ الجبل" یعنی اے ساریہ پہاڑ کا رُخ اختیار کر و تو یہ آواز آپ کی ساریہؓ کو پہنچی

توجس خدا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ خطاب ساریہ کو پہنچا دیا۔ وہی خدا امت کی کلام کو خواہ نماز میں ہوں یا غیر نماز میں اپنے محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچاتا ہے۔ یہ بات نہ عقلاً محال نہ نقلاً بلکہ اکثر اولیاء اللہ نے بطور کرامت اس سلام کا جواب حضور علیہ السلام سے جہراً سنا۔ جس کا جی چاہے اس مسئلہ کی مکمل تحقیق کتاب سعادت الدارین اور جامع کرامات اولیاء میں دیکھ لے۔

نمبر۳: احادیث سے ثابت ہے کہ جب آیت ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی الخ نازل ہوئی تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی۔ یا رسول اللہ سلام کا طریقہ تو ہم نے جان لیا، صلوٰۃ کا طریقہ ارشاد فرمائیے۔ چنانچہ الامام العلامہ الحافظ شمس الدین محمد بن ابی بکر السخاوی الشافعی نے اپنی کتاب القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع ص۲۹ میں کہا ہے ان المراد بقولھم

اما السلام علیک فقد عرفناہ فکیف نصلی علیک ما علمھم ایاہ فی التشھد من قولھم السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فیکون المراد بقولھم فکیف نصلی علیک ای بعد التشھد قالہ البیھقی:- ہم نے سلام کا طریقہ تو تشہد میں سیکھ لیا درود شریف کا طریقہ ہمیں بتائیے۔ تو فکیف نصلی علیک سے مراد صحابہ کرام کی یہ تھی کہ تشہد کے بعد درود شریف کس طرح پڑھیں تو حضور علیہ السلام نے دوسری حدیث جو ابو سعید خدری میں بتایا ہے اللھم صل علی محمد الخ پڑھا کرو۔ تو معلوم کرو کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے نزدیک یہ سلام حکایتی نہ تھا۔ بلکہ انشائی تھا۔ چوں کہ آیت صلوا علیہ وسلموا تسلیما کے امر کے امتثال میں صحابہؓ نے اسکو قرار دیا۔ اور ظاہر ہے کہ امتثال امر کے لئے انشاء کی ضرورت ہے۔ حکایت اور قصہ یہاں مفید نہیں۔

نمبر۴ السلام علیک ایھا النبی مع الخطاب امر ہے۔ حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تعلیم ادر ہے۔ ملاحظہ ہو فتح الباری جلد ۱۲ ص ۱۵۰ ۱۵۱

اجاب الطیبی لما محصلہ نحن نتبع الرسول بعینہ الذی کان علمہ الصحابہ، علامہ طیبیؒ نے اس سوال کا کہ نماز میں خطاب بشر ممنوع

اور مفسد نماز ہے تو السلام علیک سے نماز کیوں نہیں ٹوٹتی جواب دیا، خلاصہ جواب کا یہ ہے کہ ہم بعینہٖ ان الفاظ کی اتباع کرتے ہیں۔ جو حضور علیہ السلام نے صحابہؓ کو سکھائے تھے تو ثابت ہوا کہ خطاب سے اور حضور علیہ السلام کے تصور سے پڑھنا اتباع حضورؐ اور تعلیم حضور علیہ السلام کے مطابق ہے، نہ کہ شرک اور مفسد نماز ہے جیسا کہ وہابی کہتے ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح اس جواب علامہ طیبیؒ کو علامہ عینیؒ نے عینی جلد ۳ص ۱۱۱ میں اور قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے قسطلانی شرح بخاری جلد ۲ ص ۱۳۰ میں لکھا اور بذل المجہود شرح ابی داؤد جلد ۲ ص ۱۱۷ میں اور فتح الملہم شرح صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۴۴ میں ذکر ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے۔ ملاحظہ ہو فتح الباری ص ۲۵۰ جلد ۲ :۔

قال القفال فی فتاوٰہ ترک الصلٰوۃ یصیر منعاً لجمیع المسلمین لان المصلی یقول اللھم اغفرلی وللمؤمنین والمؤمنات ولابد ان یقول فی التشھد السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین والا یکون مقصرا بخدمۃ اللہ وفی حق رسولہ وفی حق نفسہ وفی حق کافۃ المسلمین ولذالک عظمت المعصیۃ بترکھا واستنبط منہ السبکی ان فی الصلٰوۃ حق للعباد مع حق اللہ وان من ترکھا اخل بحق جمیع المومنین من مضٰی ومن یجی الی یوم القیامۃ لوجوب قولہ فیھا السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین۔

قفال نے اپنے فتاوٰے میں لکھا ہے، کہ نماز کا چھوڑنا تمام مسلمانوں کے لئے منع ہے۔ کیوں کہ نمازی کہتا ہے اے اللہ بخش مجھے اور مومنین کو اور مؤمنات کو اور ضروری ہے کہ تشہد میں کہے، السلام علینا وعلٰی عباد اللہ الصالحین تو تارکِ صلوٰۃ خدمت اللہ اور حق رسول اور نفس اور کافۃ المسلمین کے حقوق سے قاصر ہو جاتا ہے۔ اسی لئے نماز چھوڑنا گناہِ عظیم ہے کہ نماز میں حق اللہ کیساتھ حقوق العباد بھی ہیں جس نے نماز کو چھوڑا وہ تمام مسلمین گزرے ہوئے اور موجودہ قیامت تک آنیوالوں کے حقوق میں مخل ہوا۔ اس لئے کہ تشہد نماز میں السلام علینا وعلٰی عباد اللہ الصالحین واجب ہے۔

اور تفسیر کبیر جلد نمبر ا ص ۴۴ میں ہے :۔

فاذا تجاوزت هذه العقبات تخلصت عن هذه الدركات فقد
وصلت الى الدرجات العاليات وملكت الباقيات الصالحات و
انتهيت الى عتبة جلال مدبر الارض والسموت فقل عند ذالك التحيات
المباركات الصلوت الطيبات لله فالتحيات المباركات باللسان
والصلوت بالاركان والطيبات بالجنان وقوة الايمان ثم فى هذا
المقام يصعد نور روحك و ينزل نور روح محمد صلى الله عليه وسلم
فيتلاقى الروحان ويحصل هناك الروح والراحة وبركاته فعند
ذالك يقول محمد عليه الصلوة والسلام السلام علينا وعلى
عباد الله الصالحين وكانه قيل لك فهذه الخيرات والبركات
باى وسيلة وجدتها وباى طريق وصلت اليها فقل بقولى
اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد رسول الله فقيل لك ان محمداً
هو الذى طلب من الله ان يرسل اليك مثل هذا الرسول فقال
ربنا وابعث فيهم رسولا منهم فاجبناك له فقل كما صليت
على ابراهيم فقل مبل من الحميد المجيد انك حميد مجيد
ثم ان العبد اذا ذكر الله ——————————
—————— بهذه الاثنية والمدائح ذكره الله تعالى فى
محافل الملئكة بدليل قوله عليه —— الصلوة والسلام
حكاية عن الله عز وجل اذا ذكرنى عبدى فى ملاءٍ ذكرته فى ملاءٍ
خير من ملئه فاذا سمع الملائكة ذالك اشتاقوا الى هذا العبد فقال ان
ملائكة السموت اشتاقوا الى زيارتك واحبوا القرب منك وقد
جاؤك فابدأ بالسلام عليهم لتحصل لك فيه مرتبة السابقين فيقول العبد
عن يمينه وعن شماله السلام عليكم ورحمة الله وبركاته فلا
جرم انه اذا دخل الجنة الملائكة يدخلون عليه من كل باب

له والريحان لللابد لروح محمد عليه الصلوة والسلام منك محمدة وتحية فقل السلام عليك ايها النبى

فیقولون سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار ، ترجمہ، جب تونے تجاوز کیا ان دشوار راستوں سے اور تکمیل منازل سے نجات پاکر درجات عالیات کو پہنچ گیا اور باقیات الصالحات کا مالک ہوا اور مدبر الارض والسموٰت کی چوکھٹ جلال تک پہنچ گیا اس وقت تو کہہ التحیات المبارکات الصلوات الطیبات للہ، التحیات المبارکات (العبادات القولیہ) یعنی زبان کے ساتھ الصلوٰت (یعنی طاعات بدنیہ ارکان کے ساتھ) والطیبات (یعنی خیرات مالیہ دل سے اور قوت ایمان سے) پھر اس مقام میں تمہاری روح کا نور بلند ہوتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روح مبارک) کی ملاقات ہوتی ہے پس اس مقام پر خوشی اور آرام اور خوشبو (یعنی روحانی) حاصل ہوتی ہے۔ پس تجھے ضروری ہے روح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تعریف کرنی اور سلام کرنا اور کہہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، پس اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (یعنی جواباً) فرمائیں گے السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین، اور گویا کہ تجھے کہا گیا کہ یہ خیرات اور یہ برکات تونے کس وسیلے سے پائے اور کس طریقہ سے تو ان کی طرف پہنچا تو کہہ (جواباً) کہ کلمہ اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان محمداً رسول اللہ کے کہنے سے پھر تجھے کہا جائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجھے اس منزل کی ہدایت کی ہے تو تم نے اس کے (بدلے) میں کیا ہدیہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا ہے تو کہہ اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد پھر تجھے کہا جائے گا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ نبی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ تمہاری طرف ایسا رسول یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے پس کہا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ربنا وابعث فیہم رسولاً الخ تو تونے اس دعا کا بدلہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کیا دیا تم کہو (جواباً) کما صلیت علیٰ ابراہیم وعلیٰ آل ابراہیم پھر تجھے کہا جائیگا کہ یہ سب خیرات تم نے کس سے حاصل کئے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یا اللہ تعالیٰ سے تو (جواباً) کہے حمید مجید سے انک حمید مجید پھر جب بندہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے ان ثناؤں اور تعریفوں سے اللہ تعالیٰ اسے یاد فرماتا ہے فرشتوں کی مجلس میں اس پر دلیل حضورؐ کی حدیث قدسی ہے۔ اذا ذکرنی عبدی فی ملاءٍ ذکرتہ فی ملاءٍ خیر من ملئہ پھر جب فرشتے سنتے ہیں اس کو تو پھر مشتاق ہوتے ہیں کہ ہم اس بندے کی زیارت کریں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے آسمان کے فرشتے مشتاق ہیں تیری زیارت کو اور دوست رکھتے ہیں تیرے قرب کو اور آتے ہیں اب تیرے پاس پس پہل کر تو سلام کی ان پر تاکہ حاصل ہو مرتبہ سابقین کا پس کہتا ہے بندہ دائیں اور بائیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، پس ضروری ہے کہ وہ بندہ جب داخل ہوگا بہشت میں فرشتے اس پر داخل ہوں گے ہر دروازے سے (یعنی دروازے بہشت سے) اور کہیں گے سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلہ تو یہ پچھلا گھر کیا ہی خوب ملا۔

ے کا نور اترتا ہے پس دونوں روح (یعنی تیرا روح اور حضور علیہ السلام

بخاری شریف میں اسی حدیث کے باب التشہد فی الآخر روایت عبد اللہ بن مسعود ۱۱۵ میں ہے

فانکم اذا قلتموھا اصابت کل عبدٍ للہ صالح فی السماء والارض اشھدان لا الٰہ الا اللہ واشھدان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ : یعنی جب تم السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین کہتے ہو تو ہر صالح بندہ جو زمین و آسمان میں ہے ، یہ سلام سب کو پہنچتا ہے "

حضور علیہ السلام نے اس جملہ شریف کے فرمانے سے حکایت کے خیال کا بالکل قلع قمع فرما دیا۔ اگر تشہد میں انشاء نہ ہوتا تو زمین آسمان کے صالحین بندوں پر سلام کیسے پہنچتا کیوں کہ سلام تو مقصود ہی نہ تھا۔ وہ تو حکایت ہی تھی۔ پھر پہنچنے کا کیا معنی۔ پس حدیث تشہد ابن مسعود کی تحقیق مندرجہ بالا نے ثابت کر دیا کہ حضور علیہ السلام برزخ میں حیات حقیقی دنیاوی حسی سے زندہ ہیں۔ لہذا ان پر سلام بصورت خطاب انشاء پڑھا جاتا ہے اور یقین کیا جاوے کہ میرا یہ سلام حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کو پہنچ گیا ہے اور مجھے جواب سلام حضور علیہ السلام نے دے دیا ہے۔ خطاب چونکہ حاضر کے لئے ہوتا ہے۔ لہذا اس کے مندرجہ ذیل اقسام ہیں :۔

۱ محدث اور عالم لوگ یا جنہوں نے اصلی صورت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی ہے وہ لوگ تو ذاتِ کریمہ کا تصور کریں اور یہ سمجھیں کہ گویا ہمارے سامنے اس بارگاہِ حی لا یموت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں۔ اور ہم سلام بھیج رہے ہیں اور حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں جواب دے رہے ہیں۔ جیسا کہ در المختار کی عبارت کانہ یحی اللہ تعالیٰ وسلم علیٰ نبیہ الخ اسی طرف مشیر ہے۔ اور اسی طرح عبارت احیاء العلوم جلد ۱ صہ ۹۹ واحضر فی قلبک النبی وشخصہ الکریم کا بھی یہی مقصد ہے۔ ایک احتمال یہ ہوا۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سب ذرائر موجودات اور ممکنات میں بوجہ علت غائیہ ہونے کے موجود ہے اور احاطہ ذات بابرکات کا تمام ممکنات کو ہے۔ پس ذات مصلی میں ذات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موجود رہتی ہے۔ (صلی اللہ علیک یا رسول اللہ) جیسا کہ مکتوب شیخ عبد الحق محدث دہلوی صہ ۳۱۶ اور اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۱ صہ ۳۵۷ میں اسی طرح لکھا ہے۔ اور نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے مسک الختام شرح بلوغ المرام جلد ۱ میں بھی اسی طرح لکھا ہے اور یہ شعر لکھے

ہیں ؎

در رہ عشق مرحلہ قرب و بعد نیست　　　می بینمت عیاں و دعائے فرستمت

توخطاب کے وقت یہ تصور کرے کہ ہر ذرہ ممکنات میں ذات حضور اقدس موجود ہے، اور میں سلام بھیج رہا ہوں یا تصور کر کے سمجھے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ شاہد امت ہونے کے اعمالِ امت دیکھ رہے ہیں اور آپ گویا میرے سامنے بیٹھے ہوئے حاضر ہیں اور میں ان پر سلام بھیج رہا ہوں وہ جواب دے رہے ہیں۔ جیسا کہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عزیزی صہ ۵۱۸ پارہ دوم میں لکھا ہے:۔

وباشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بمرتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ وحقیقت ایمان او چیست وحجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است۔ پس او می شناسد گناہان شمارا ودرجات ایمان شمارا واعمال نیک وبد شمارا واخلاص ونفاق شمارا لہذا شہادت او در دنیا بحکم شرع شریف درحق امت مقبول وواجب العمل است۔

ترجمہ: اور ہوگا رسول تمہارا گواہ تم پر کیوں کہ آپ مطلع ہیں نورِ نبوت سے ہر مومن کے درجہ ایمان پر اور اس پر کہ حقیقت ایمان اس کی کیا ہے اور اس حجاب کو بھی آپ جانتے ہیں جسکی وجہ سے وہ ترقی سے محجوب ہے۔ پس آپ جانتے ہیں تمہارے گناہ اور تمہارے ایمان کے درجات اور اعمال نیک و بد اور تمہارے اخلاص و نفاق، تو اس لئے آپ کی شہادت اعمالِ دنیا دی پر بحکم شرع شریف کے مقبول اور واجب ہے" اور نیز جب چٹھی رسانوں کے اعتبار سے خطوں میں غائب کو خطاب کرنا جائز ہے تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ ملائکہ یہ سلام جس میں یہ خطاب ہے، بطریق اولیٰ جائز ہے، کیوں کہ کئی ملائکہ کی ڈیوٹی سلام رسانی پر لگائی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو:۔ شفاء السقام وطبرانی کبیر میں ہے:۔

ان للہ ملئکۃ سیاحین یبلغونی عن امتی السلام ترجمہ یعنی ایک جماعت سیاحین ملائکہ کی مقرر ہے جس کا کام صرف بارگاہِ نبوی میں سلام پہنچانا ہے۔"

یہ نسائی شریف الخ = جلاء الافہام میں ہے:

لیس من عبد یصلی علی الا ابلغنی صوته حیث کان ترجمہ: نہیں کوئی آدمی

کہ پڑھے مجھ پر سلام مگر میں اس کا سلام سنتا ہوں جہاں سے بھی وہ پڑھے۔

اور مشکوٰۃ شریف میں ہے :۔

عن ابی ھریرۃ من صلی علیّ عند قبری سمعتہ ومن صلی علی

نائیا ابلغتہ (مشکوٰۃ شریف ص۸۷ مرقات جلد۳ ص۱۰)

تو ان سب روایات سے ثابت ہوا کہ درود و سلام بذریعہ ملائکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچتا ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مزار پاک کے اندر زندہ ہیں اور اس کا جواب دیتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث ما من مسلم فیسلم علی الا رد اللہ علیّ روحی فارد علیہ ابو داؤد شریف جلد اوّل کتاب الحج باب زیارت القبور سے عیاں ہے۔ اس کی شرح پہلے مفصل بیان ہو چکی ہے۔ خلاصہ حدیث کا یہ نکلا کہ نماز میں اگر آپ کسی بڑے سے بڑے شخص کو مخاطب کریں گے خواہ ماں باپ اور مرشد ہی کیوں نہ ہو تو نماز ٹوٹ جاوے گی۔ لیکن اسی نماز میں جب حضورؐ کا تصور کریں اور حضور علیہ السلام کو زندہ سمجھ کر خطاب کریں گے اور یہ پکا ارادہ کریں گے کہ یہ میرا سلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بذریعہ ملائکہ پہنچ رہا ہے اور حضور علیہ السلام اس سلام کے پہنچنے کے بعد جواب دے رہے ہیں تو نماز مکمل اور مقبول ہو جاتی ہے۔ (صلی اللہ علیک یا رسول اللہ)۔

پس اگر تم نے اپنی نمازوں کو مکمل اور مضبوط بنانا ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ سمجھ کر یہ التحیات پڑھیں، ورنہ نماز کا پڑھنا نہ پڑھنا برابر ہے۔

اس اعتراض کے علاوہ ایک اور اعتراض بھی منکرین التشاہد کی طرف سے کیا جاتا ہے۔ جسکو بڑا بھاری اور زبردست اعتراض سمجھا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے:۔ کہ روایت ابی اعوانہ عبد اللہ بن مسعود سے ہے کہ بعد وفات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بجائے السلام علیک ایھا النبی کے ہم السلام علی النبی کہتے تھے۔ سو اس کا جواب ملا علی قاری حنفی رحمہ نے یہ دیا ہے:۔

اما قول ابن مسعود کنا نقول فی حیاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

السلام علیک ایھا النبی فلما قبض علیہ السلام قلنا السلام

علی النبی فھذا روایت ابی اعوانہ وروایت البخاری اصح منھا

بینہ ان ذالک لیس من قول ابن مسعود بل من فہم الراوی عنہ لفظہا فلما قبض قلنا سلام علی النبی فقولہ قلنا سلام یحتمل انہ اراد استمرار نابہ علی ما کنا علیہ فی حیاتہ ویحتمل انہ مسقط عنہ الخطاب واذا احتمل اللفظ لم یبق فیہ دلالۃ کما ذکرہ ابن حجر انتہیٰ

"ابن مسعود کا قول ابو عوانہ کی روایت سے آیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو ہم نے السلام علی النبی کہنا شروع کیا اور بخاری کی روایت میں جو کہ اس سے زیادہ صحیح ہے بیان کیا السلام علی النبی کہنا قول ابن مسعود نہیں بلکہ راوی کی سمجھ ہے بخاری کا لفظ یہ ہے کہ جب آپ قبض کئے گئے کہا ہم نے السلام علی النبی تو یہ قول دو احتمال رکھتا ہے۔ ایک یہ کہ ابن مسعود کا اس قول سے یہ ارادہ ہو کہ ہم اسی سلام پر رہے جس پر حضور علیہ السلام کی زندگی میں تھے یعنی السلام علیک پر دوسرا احتمال یہ ہے کہ ہم نے خطاب چھوڑ دیا۔ جب احتمال آگیا تو دلالت باقی نہ رہی۔ اسیطرح ذکر کیا ابن حجر رحمہ نے۔"

ایک اور تیسرا اعتراض بھی ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ السلام علی النبی پڑھتے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں چھوڑ دیا تھا۔

**الجواب**

یہ روایت نافع کی ہے اور اس میں کوئی اس بات کا ذکر نہیں کہ حضور علیہ السلام کی زندگی میں عبد اللہ ابن عمر رضہ نے اس خطاب کو چھوڑ دیا تھا کیوں کہ نافع اپنے زمانے کی خبر دیتا ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضہ یہ تشہد پڑھتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ نافع کا زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نہ تھا۔ علاوہ اس کے اس روایت نافع میں چند امور ایسے ہیں جو تشہد ابن مسعود رضہ کے خلاف ہیں اور تشہد عبد اللہ ابن مسعود اصح مانا گیا ہے۔ اسی واسطے علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ اس تشہد کے قائل نہیں ہیں۔ جو کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کیوں کہ اس میں بہت کچھ کمی بیشی کی گئی ہے اور اس تبدیلی میں ایک السلام علی النبی بھی ہے۔ علاوہ ازیں مؤطا امام محمدؒ نافع مولیٰ عبد اللہ ابن عمر رضہ سے یہ صیغہ خطاب روایت کرتے ہیں۔ مولوی عبد الحی حاشیہ مؤطا میں لکھتے

ہیں کہ میں نے اس کتاب کے نسخوں کو بہ نفس خطاب دیکھا ہے۔ البتہ زرقانی نے بغیر خطاب نقل کیا۔ چودھویں صدی کے ایک مولوی نے جو کہ منکرین انتشار میں سے تھا، فتح الملہم شرح صحیح مسلم مصنفہ مولوی شبیر احمد عثمانی ص ۲۴۹ کی مندرجہ ذیل عبارت پیش کی۔

ولعل بعض الصحابة رضی الله عنهم قد اختاروا صيغة الغيبة بعد وفاته لمحض حسن التعبير وقطع ذرائع من عنى ان يتوهم انه صلى الله عليه وسلم يسمع السلام من بعيد وقريب ويحضر المسلم عليه بشخصه الكريم بعد وفاته كما زعم كثير من اهل البدع في عصرنا والله اعلم

ترجمہ: کہ بعض صحابہ کا یہ عمل کہ بعد وفات حضور علیہ السلام کے انہوں نے السلام علیک ایہا النبی کی جگہ السلام علی النبی تشہد میں اس لئے پڑھا کہ اس وہم کے سب ذرائع ختم ہو جاویں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دور سے سلام کو سنتے ہیں اور یہ کہ بعد وفات سلام پڑھنے والے پر بہ بشخصہ سلام پڑھنے والے حاضر ہوتے ہیں جیسا کہ ہمارے زمانہ کے اکثر اہل البدع کا گمان ہے۔ تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہم حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رح کے معتقد ہیں نہ کہ شبیر احمد عثمانی کے۔ مولوی شبیر احمد نے جو یہ کہا کہ بعض صحابہ کرام نے جو خطاب کو چھوڑا اور غیبت بلفظ السلام علی النبی اختیار کیا تو انہیں یہ خدشہ تھا، کہ لوگ کہیں صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کے وقت بشخصہ الکریم حاضر نہ سمجھنے لگیں اور اس وہم کے دفع کے لئے یہ فعل اختیار کیا، کہ حضور علیہ السلام دور سے کسی کا سلام بذاتہ سن سکتے ہیں۔ مولوی صاحب کا کہنا اپنی رائے اور زعم باطل ہے جس کو ہم کسی طرح نہیں مان سکتے کیوں کہ اگر بوجہ شائبہ شرک بعض اصحاب کبار صیغہ خطاب کو بہ غیبت بدلا۔ تو سب صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بدلنا تھا۔ اور کوئی صحابی بھی تشہد میں السلام علیک ایہا النبی بہ صیغہ خطاب نہ پڑھتا، بلکہ عبد اللہ بن مسعودؓ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی آپ سے غیب اور بعید ہونے کی وجہ سے خطاب کو چھوڑ دیتے اور بلفظ السلام علی النبی پڑھتے لیکن آپ کی زندگی میں کسی صحابی کا لفظ خطاب کا چھوڑنا ثابت نہیں۔ نیز اگر اس

لفظ السلام علیک ایہا النبی میں شائبہ شرک ہوتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی کیوں تعلیم دیتے اور اگر تعلیم دی بھی اور اس میں غیبوبیت کی حالت یا بعد وفات شائبہ شرک تھا آپ یوں فرمادیتے کہ اس صیغہ کے ساتھ تب پڑھا کرو جب میرے پیچھے نماز پڑھا کرو اور میری غیبوبیت کی حالت میں خواہ وہ زندگی میں ہو یا میرے وصال کے بعد تم اس لفظ خطاب کو چھوڑ دینا اور اس کی بجائے السلام علی النبی پڑھنا لیکن یہ نہ کسی حدیث میں ثابت ہے اور نہ ہی کوئی منکر ثابت کر سکتا ہے ہمارا چیلنج ہے کہ اگر کوئی منکرین انشاء میں سے ثابت کر دے تو ایک ہزار روپیہ نقد انعام دیا جائے گا۔ بلکہ حضور علیہ السلام نے عام فرمایا تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ کے کچھ فرشتے مقرر ہیں جو میری امت کا سلام ہر جگہ سے پہنچاتے ہیں۔ خواہ وہ جگہ کتنی ہی دور کیوں نہ ہو۔ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ابی اعوانہ کی جو روایت ہے اُسے اگر صحیح کہا جائے تو ہو سکتا ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیانِ جواز کے لئے کچھ مدت یہ خطاب چھوڑا ہو تاکہ کوئی وہم نہ کرے کہ بجز خطاب کے التحیات جائز نہیں۔ اور بعض اصحاب نے جو عمل کیا بھی ہے تو یہ ان کی اپنی رائے تھی اور اجتہاد تھا۔ ہم نے اس پر عمل کرنا ہے جو حضور علیہ السلام کی تعلیم تھی اور جس پر حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا عمل ہے یعنی السلام علیک بلفظ خطاب۔ ملاحظہ ہو بذل المجہود شرح ابی داؤد ص ۱۱۷

وھذا الذی نقل عن بعض اصحابؓ انھم قالوا فی التشھد بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السلام علی النبی فلیس فیہ حجۃ فانھم ما قالوا ذالک الا مرا بھم فاعلمھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الالفاظ اولی بالاخذ مما قالوا باجتہادھم ورائیھم وقد کانت الصحابۃ رضی اللہ عنھم فی زمانہ صلی اللہ علیہ وسلم یغیبون عنہ فی اسفارھم فی الغزوات وغیرھا ولا یتشھدون الا بما تعلموا بلفظ التشھد بالخطاب من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ھذا الذی قالوا بعد وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یلزم ان یقولوا فیما فی التشھد السلام علی النبی فلما لم یقولوا ذالک فی الغیبۃ عنہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف یجوز ان یبدلوا بعدہٗ لفظہ

صلی اللہ علیہ وسلم لخطاب بالغیبۃ۔

ترجمہ: یہ جو بعض صحابہ سے منقول ہے کہ حضورؐ کے وصال کے بعد انہوں نے التحیات میں السلام علیک کی جگہ السلام علی النبی پڑھنا شروع کیا تو یہ ہمارے لئے کوئی دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ حضور علیہ السلام کی تعلیم پر عمل کرنا ان کے اجتہاد سے کئی درجہ افضل ہے اور نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو اصحاب کبار غزوات اور دیگر ضروریات کے لئے دور دراز کے سفر کرتے تھے تو وہاں غیبوبیت کی حالت میں تشہد بلفظ خطاب پڑھتے تھے۔ جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق تھا۔ تو ان بعض صحابہ کا بعد وفات کے السلام علی النبی پڑھنے والا اجتہاد اگر صحیح ہوتا تو صحابہ کبار حضور علیہ السلام کی زندگی میں اسفار کی حالت میں غیبت کے صیغہ کے ساتھ پڑھتے کیوں کہ حضور علیہ السلام ان کے سامنے موجود نہ تھے تو جب سفر کی حالت میں اس کا بدلنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تمام صحابہ کبار نے جائز نہیں سمجھا تو اب بعد وفات کے خطاب کو غیبت کیساتھ بدلنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔" اس عبارت بذل المجہود سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اصحاب کا بعد وفات کے غیبت سے پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم اور اکثر اصحاب کے عمل کے مطابق نہ تھا۔ اور یہ ان اصحاب کا اپنا اجتہاد تھا۔ لہذا یہ منکرین کے لئے ثبوت نہیں ہو سکتا۔ باقی رہا مولانا کا یہ کہنا کہ اصحاب کبار نے اس لئے اختیار کیا تاکہ سلام پڑھنے والا حضور کی ذات کو السلام علیک پڑھتے وقت حاضر نہ سمجھے تو گویا حاضر سمجھنے کو مولانا نے شائبہ شرک اور اہل بدعت کا فعل سمجھا حالاں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو اپنے دل میں حاضر سمجھنا یہ وہ مقام ہے جس سے غفلت کسی مسلمان کو نہیں ہونی چاہیئے۔ جیسا کہ پہلے ہم اس مسئلہ کو پہلے اعتراض کے جواب میں واضح کر چکے ہیں۔ اور علامہ امام غزالی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب احیاء العلوم جلد ۳ صہ ۱۹۹ کا حوالہ دے چکے ہیں۔ وہو ہذا:۔ واحضر فی قلبك النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ اور شواہد الحق میں علامہ نبہانیؒ نے یہاں تک لکھدیا کہ اولیائے کرام التحیات میں جب السلام علیک ایہا النبی پڑھتے ہیں اپنے سلام کا جواب بھی سن لیتے ہیں۔ اور اس میں کوئی استحالہ نہیں ہے اور جن لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار بیداری میں ہوتا ہے تو ان کو ذات کریمہ بعینہٖ یا

صورتِ مثالیہ کے ساتھ نظر آتی ہے۔ اس حضورِ بذاتہ الکریمہ کی مکمل تحقیق پہلے حدیث من رآنی الخ میں گذر چکی ہے۔ مولانا نے التحیات میں حضورِ بشخصہ الکریم کو شائبۂ شرک اور زعمِ باطل اہل بدعۃ سمجھا تو حضورِ حضور علیہ السلام اگر بذاتہ الکریم بوجہ شائبۂ شرک ممنوع ہے تو ہر حال میں یہ ممنوع رہیگا، خواہ نماز کے اندر ہو یا باہر کیوں کہ شرک اور اس کا شائبہ ایسی بُری چیز ہے کہ وہ ہر حال میں بُری اور ممنوع ہے۔ اس کا وقوع کسی مسلمان سے نہیں ہو سکتا، چہ جائیکہ کسی نبی معصوم سے اس کا صدور ہو خصوصاً ہمارے آقا رحمۃ للعالمین حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا صدور یعنی حضورِ بشخصہ الکریم بعد وصال تیرہ سو سال سے ۱۳۰۰ چلا آرہا ہے اور مشاہدۃً کئی نیک مجالس میں حضور کو اسی ذاتِ کریمہ کے ساتھ عاشقانِ جمالِ مصطفےٰ نے دیکھا ہے کسی نے سترہ دفعہ اور کسی نے ستر دفعہ، کسی نے ہر گھڑی، جیسا کہ اس کا مفصل بیان گذر چکا ہے۔ اور اس حضور کے انکار کو شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں انکارِ کرامت لکھا ہے۔ اور علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی کتاب انتباہ الاذکیاء میں لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام کا زمین کے سب گوشوں میں حلولِ برکت کے لئے پھرنا اور صالحین امت کے جنازوں میں حاضر ہونا یہ آپ کے اشغال میں سے ہے جیسا کہ اس کے متعلق احادیث اور آثار میں برہان ہے۔

تفسیر روح البیان میں آخر سورتِ مُلک پارہ ۲۹ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ امام غزالی رح فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار ہے کہ ارواحِ صحابہؓ کے ساتھ جہاں چاہیں پھریں اور اکثر اولیاء اللہ نے آپکو اسی حالت میں دیکھا ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے دُرِّ ثمین اور فیوض الحرمین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتِ کریمہ کو دیکھنے کے کئی واقعات ذکر کئے ہیں جن کا بیان پہلے مفصل گذر چکا ہے پس اس حضور بذاتہ الکریم کا ہونا نماز سے باہر جائز ہے تو نماز کے اندر کون سا شرک یا شائبہ لازم آیا اور کس طرح زعمِ باطل ثابت ہوا۔ بلکہ نماز کے اندر تو یہ مشاہدہ بشخصہ الکریم اہلِ عرفان اور ایقان کا خاصہ ہے۔ اور انہیں فاذ الحبیب فی حرم الحبیب حاضر کا نقشہ تب ہی نظر آتا ہے جب بارگاہِ ایزدی میں اس روحِ مقدس کو عیاناً دیکھتے ہیں اور اس مشاہدہ کا خود بھی مولانا اسی کتاب میں اسی صفحہ پر ذکر کر چکے ہیں۔ پس اس بشخصہ الکریم کے

حضور کو شائبہ شرک اور زعم باطل کہنا سینہ زوری اور ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے۔ ہاں ہم اس بات کو مانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر سمجھنے کے لئے اپنی روحانی اور ایمانی استعداد کے مطابق درجات ہیں تو عام مومنین کو بھی دل میں حاضر سمجھنا چاہیئے جیسا کہ امام غزالیؒ نے واحضر فی قلبک سے آگاہ کیا اور محدثین یا جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی ہے وہ صورتِ پاک کا تصور کر کے السلام علیک کہیں اور اہل عرفان و ایقان مشاہدہ کر کے السلام علیک کہیں۔ باقی رہا جوابِ سلام خواہ نماز کے اندر سلام ہو یا باہر سب کا یکساں جواب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دیتے ہیں۔ جیسا کہ اس کی تحقیق حدیث و ما من مسلم میں گزر چکی ہے۔

## اعتراض

عرف شذی شرح ترمذی شریف مصنفہ مولوی انور شاہ صاحب کشمیری صہ ۱۳۲ کی یہ عبارت بھی منکرین التناء پیش کرتے ہیں۔ وھو ہذا

واللہ اعلم انہ من قال السلام علیک وھو یزعم انہ علیہ السلام یعلم کلامہ فارتکب الامر غیر الجائز وعلم النبی صلعم اطلاعی لاکلی فان علم اللہ تعالیٰ غیر متناہٍ وعلمہ علیہ السلام متناہٍ کما یدل من الآیات والاحادیث علیٰ ھذا و کفر الفقہاء من قال علم الغیب لغیر اللہ تعالیٰ۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ جو شخص السلام علیک کہتا ہے، اور اس کا یہ گمان ہے کہ حضور علیہ السلام میری اس کلام کو جانتے ہیں۔ تو اس نے ایک ناجائز امر کا ارتکاب کیا ہے۔ اور علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اطلاعی ہے کلی نہیں کیونکہ علم اللہ تعالیٰ غیر متناہی ہے اور علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم متناہی ہے جیسا کہ اکثر آیات اور احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں۔ اور فقہاء نے علم الغیب لغیر اللہ کے قائل کو کافر کہا ہے۔

## الجواب:

شاہ صاحب کا یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو السلام علیک کا علم نہیں ہوتا

ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کلام کو خود نہیں جانتے، اس سے مراد یہ ہے کہ حضور علیہ السلام خود بخود بذاتہ بغیر اطلاع ملائکہ کے نہیں جانتے۔ جیسا کہ شاہ صاحب کی خود اپنی عبارت وعلم النبی صلے اللہ علیہ وسلم الاطلاعی اس پر دلالت کرتی ہے۔ اور شاہ صاحب کی عبارت وکفر الفقہاء من قال علم الغیب لغیر اللہ تعالےٰ کا مطلب بھی یہی ہے کیوں کہ فقہاء نے اس شخص کو کافر کہا ہے جو شخص علم غیب بذاتہ اور بلا واسطہ لغیر اللہ ثابت کرے کیوں کہ علم بالذات خاصہ خدا تعالیٰ کا ہے۔ علم بالواسطہ جس کو علم اطلاعی کہا جاتا ہے۔ یہ حضور علیہ السلام کے لئے ثابت ہے۔ پس شاہ صاحب کی یہ عبارت ہمارے لئے کوئی مُضر نہیں کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کا علم خواہ نمازمیں ہو خواہ باہر علم ہو جاتا ہے۔ ابن ماجہ میں باسناد جید ہے وان احد من الناس یصلی علی عرضت علی الصلوٰۃ حتی یفرغ منہا (ترجمہ) کوئی شخص بھی مجھ پر درود نہیں پڑھتا مگر اسے مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ فارغ ہو جاتا ہے اور طبرانی کبیر میں ہے۔ لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوتہ کوئی مومن مجھ پر درود نہیں پڑھتا مگر آواز اس کا مجھے پہنچ جاتا ہے اور شفا قاضی میں ہے قال بلغنا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اکثروا علی من الصلوٰۃ فان مامن احد یصلی الا جلہا ملک حتی یؤدیہا الی ویسمعہ حتی یقول ان فلانا یقول کذا وکذا ؎ ابن شہاب سے روایت ہے کہ ہمیں خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھ پر بہت درود شریف پڑھا کرو کیوں کہ کوئی نہیں جو مجھ پر درود پڑھے مگر اٹھاتا ہے اس کو ایک فرشتہ حتیٰ کہ وہ مجھے وہ درود شریف پہنچا دیتا ہے اور سنا دیتا ہے مجھے، حتیٰ کہ وہ کہتا ہے کہ یہ فلاں فلاں شخص نے پڑھا ہے۔ ان دونوں حدیثوں کے راوی ثقہ ہیں مگر حدیثیں منقطع ہیں۔ اور مقدمہ شیخ عبدالحق رح مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حدیث منقطع امام مالک رح کے نزدیک مقبول ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کتاب عرف شذی کی عبارت "یزعم انہ علیہ السلام الخ" جو کہ عرف شذی صہ ۲۳۱ میں ہے، شاہ صاحب کی کلام نہ ہو کیوں کہ شاہ صاحب کی یہ تقریرات مسمّی بعرف شذی مولوی چراغ دین نے جمع کی ہیں۔ جو کہ مولوی حسین علی واں بھچروی کے خاص مریدوں میں سے ہے۔ تو اس نے اپنے پیر کے مسلک کے مطابق لکھ دیا ہو۔ کیوں کہ شاہ صاحب

نے یکم مارچ ۱۹۲۷ء خاص میانوالی میں جو تقریر کی تھی جس میں میں خود موجود تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ مقام مدح میں یہ کہنا کہ حضور علیہ السلام تمام غیب جانتے ہیں کوئی حرج نہیں اور اپنا قصیدہ ہمہ دانی بھی پڑھا۔ یہ قصیدہ سن کر تمام وہابی ہکا بکا رہ گئے اور ان کو منہ کی کھانی پڑی۔ اور مولوی نعیم الدین لدھیانوی کے ذریعہ اپنی موجودگی میں اسی جلسہ میں مولوی حسین علی واں بھچردی نے اعلان کرایا کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم کلی یعنی تمام مغیبات کا علم دیا گیا ہے تو اس کو میں کافر مشرک نہیں کہتا اور نہ کہنا چاہیئے۔ انتہیٰ

مولانا محدث موصوف کو جماعت وہابیہ نے پُر زور اپیل کی کہ جو علم کُلی حضور علیہ السلام کے قائل ہوں ان پر کفر کا فتوے لگایا جائے۔ لیکن مولانا انور شاہ کشمیری نے صاف انکار کر دیا اگرچہ مولوی انور شاہ صاحب مولوی حسین علی بھچردی کے بُلائے ہوئے تھے۔ مولانا کا یہ محاکمہ منصف مزاج لوگوں کے نزدیک آبِ زرین کے ساتھ لکھنے کے قابل ہے۔ ہاں مجھے بھی یاد آگیا مولانا محمد نعیم کے ذریعے یہ بھی اعلان کر دیا کہ علم جُزئی کے قائل علم کلی کے مسلک رکھنے والوں کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں اور مجھے یہ بھی یاد ہے کہ مولوی انور شاہ صاحب کے دیوبند روانہ ہو جانے کے بعد دوسرے دن مولوی حسین علی نے پوستین پہنے ہوئے ایک چھوٹے سے بیرونی مجمع میں مولوی انور شاہ صاحب کی تردید کر رہا تھا۔ اور آیت عندہٗ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ھو الخ پڑھ کر بڑے جوش سے کہہ رہا تھا۔ کہ مولوی انور شاہ صاحب نے غلط کہا ہے کہ علم کلی کے قائل (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے لئے کافر نہیں اور کہا کہ علم کلی کے قائلین کی ذبح شدہ چیز کھانی حرام ہے اور ان کی عورتیں ان پر مطلقہ اور حرام ہیں۔ اور اگر اس عقیدہ والے پیر ہوں تو ان کی بیعت ناجائز ہے، اور اگر امام ہوں تو ان کے پیچھے نماز ناجائز ہے۔ مولوی حسین علی کے اس فتوے پر اس کے خلیفہ خاص اور شاگرد خاص مولوی فیض اللہ نے خوب عمل کیا۔ اس مسئلہ کو آڑ بنا کر ستر (۷۰) مسلمانوں کے نکاح بغیر ان کے طلاق دینے کے فسخ کئے اور بغیر ان کے خاوندوں کے بیان لینے کے کوئی عورت جب اس کے پاس جا کر یہ کہہ دیتی کہ میرا خاوند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی کا قائل ہے اور یہی عقیدہ رکھتا ہے پس وہ عورت کے اسی بیان کو کافی سمجھ کر اُسے فتوے لکھ دیتا تھا کہ جب تیرا نکاح ہی نہیں تو طلاق کی کیا ضرورت ہے۔ کیوں کہ تیرا خاوند ابتداء سے ہی کالا کافر تھا اور

کفر کی حالت میں جب نکاح ہی سرے سے نہیں ہوتا تو طلاق لینے کی کیا ضرورت۔ پس اس کا فتویٰ لے کر عورتیں بغیر طلاق خاوند کے دوسری جگہ نکاح پڑھا لیتی تھیں۔ اور مولوی صاحب کے اس فتوے کی وجہ سے ہمارے ضلع میں کئی حرامی النسل اولادیں پیدا ہوئیں۔ چنانچہ ہمارے علاقہ تحصیل عیسیٰ خیل میں شہر عیسیٰ خیل کے رہنے والے حافظ محمد المعروف کتو کے لڑکے محمد رمضان جو کہ آج کل جنگلات کا سپاہی ہے اس کی زوجہ کا نکاح اسی طرح بلا طلاق بغیر بیان محمد رمضان اُسے علم کُلی حضور علیہ السلام کا قائل قرار دے کر فسخ کیا گیا۔ مولوی فیض اللہ کے اس فتوے کے متعلق مولوی حسین احمد مدنی صاحب سے پوچھا گیا جب کہ وہ قیام پاکستان سے کچھ عرصہ پہلے کانگرس کی طرف سے دورۂ سرحد ختم کر کے میانوالی آئے تھے تو انہوں نے کہا تھا۔ کہ ایسا شخص جو اس مسئلہ کو آڑ بنا کر لوگوں کے نکاح فسخ کرتا ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ وہ قلمی فتوے میرے پاس موجود تھا۔ مولوی فیض اللہ کی داستان بطرز جملہ معترضہ آگئی۔ میں ذکر کر رہا تھا کہ ایک بے رونق مجمع میں چند سر پھرے وہابیوں کے سامنے مولوی حسین علی مولانا انور شاہ صاحب کشمیری کی تردید کر رہا تھا جن کو اس نے خود بلوایا تھا تو ہو سکتا ہے کہ مولوی چراغ دین نے بھی اپنا عقیدہ شاہ صاحب کی طرف منسوب کر دیا ہو اور اگر واقعی یہ شاہ صاحب کی عبارت ہے تو اس کا مقصد وہی ہے جو کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔ یعنی علم کُلی بالذات خاصہ خُدا ہے اگر یہ مراد نہ لیا جائے، تو شاہ صاحب کی اپنی تقریر یکم مارچ ۱۹۲۷ء میں تعارض آجاوے گا، جو کہ ایک محدث کی شان سے بعید ہے۔

اس لمبی چوڑی بحث سے ثابت ہو گیا کہ تشہد میں السلام علیک ایہا النبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ بحیات دنیاوی حسی سمجھ کر خطاب کیا جاوے۔ اس کے دلائل محققانہ طور پر دیئے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ سمجھ کی توفیق عطا فرمائے اور مولوی حسین علی والے بُرے عقیدہ سے بچائے۔

# الفصل الثالث

## مسلک خلفاء راشدین فی حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سب سے پہلے ہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وفات شریف وارد ہوئی۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام سنح میں تھے۔ حضرت ابوبکر تشریف لائے تو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک سے چادر اٹھائی۔ آپ کی پیشانی مبارک پر بوسہ دیا۔ اور بے اختیار رو پڑے اور حضور علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا :۔

بابی انت وامی واللہ لایجمع اللہ علیک موتتین اما الموتۃ التی کتبت علیک فقد متھا " میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ خدا کی قسم اللہ آپؐ پر دو موتیں کبھی جمع نہ کرے گا "

ملاحظہ ہو صحیح بخاری کتاب المغازی جلد ۳ صہ ۰۴۱

وکشف عن وجھہ ثم اکب علیہ فقبلہ وبکی ثم قال بابی انت وامی واللہ لایجمع اللہ علیک موتتین اما الموتۃ التی کتبت علیک فقد متھا۔

پس آپؓ نے حضورؐ کے چہرہ مبارک سے کپڑا اُٹھایا۔ اور پس آپ پر جُھک پڑے۔ بوسہ دیا۔ اور رو پڑے، پھر فرمایا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں کبھی جمع نہ کرے گا۔ جو موت آپ کے لئے لکھی گئی تھی۔ آپ نے اُس کا مزا چکھ لیا ہے۔"

ابن ابی شیبہ رض کی روایت سے پتہ چلتا ہے۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آتے ہوئے حضرت عمر رض کی یہ بات سُن لی تھی۔ کہ آنحضرت پر جو حالت پیش ہوئی، وہ موت نہیں ہے۔ لا یجمع اللہ علیک موتتین کی تفسیر میں شیخ الاسلام حضرت علامہ عینی رح نے یوں لکھا ہے۔

اراد بالموتتين الموت في الدنيا والموت في القبر وهما موتتان المعروفتان المشهورتان فلذالك ذكرهما بالتعريف وهما موتتان الواقعتان لكل واحد غير الانبياء عليهم السلام فانهم لا يموتون في قبورهم بل هم احياء واما سائر الخلق فانهم يموتون في القبور ثم يحيون يوم القيمة ومذهب اهل السنة والجماعة ان في القبور حيوٰة وموتا فلا بد من ذوق الموتتين غير الانبياء (عینی شرح بخاری جلد ۳)

ترجمہ: دو موتوں سے مراد ایک اس دُنیا کی موت ہے اور دوسری قبر کی موت۔ اور یہ دونوں موتیں تعلیمات اسلام میں معروف ہیں اور اسی لیے انہیں معرفہ ذکر کیا گیا ہے۔ یہ دونوں موتیں انبیاء کے سوا باقی ہر انسان کو پیش آتی ہیں۔ انبیاء کو اپنی قبور میں پھر دوسری موت نہیں آتی ہے۔ بلکہ وہ وہاں زندہ ہیں۔ ان کے علاوہ باقی عام لوگوں پر (سوال و جواب کے بعد) پھر قبر میں ورودِ موت ہوتا ہے۔ اس کے بعد انہیں زندگی قیامت کو ملتی ہے۔ اہلِ سنّت و جماعت کا یہی مسلک ہے کہ ماسوائے انبیاء کے باقی سب کے لئے قبر میں موت و حیات دونوں ہیں۔ پس ہر کسی نے دونوں موتوں کا مزہ چکھنا ہے۔" (عینی شرح بخاری جلد ۳ صہ ۴۰۰)

خاتمۃ الحفاظ حافظ ابن حجر عسقلانی رح منکرینِ حیات النبی کو جواب دیتے ہوئے اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:۔

واحسن من هذا الجواب ان يقال ان حياته في القبر لا يعقبها موت بل يستمر حيا والانبياء احياء في قبورهم ولعل هذا الوجه في تعريف الموتتين اي المعروفتين المشهورتين الواقعتين لكل احد غير الانبياء (فتح الباری ج ۷ صہ ۳۶۴ دهلی)

ترجمہ: احسن ترین جواب یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قبر شریف میں پھر ایسی حیاتِ دائمہ حاصل ہو چکی ہے۔ کہ اب اس کے بعد پھر کبھی ورودِ موت نہ ہوگا اور انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ارشادِ نبوت میں موتتین کو الف لام سے لایا گیا ہے۔ پس یہ دونوں موتیں ایک اسی دُنیا میں، دوسری قبر میں انبیاء کے سوا باقی ہر انسان پر وارد ہوتی ہے۔"

شیخ الاسلام علامہ نور الحق محدث دہلوی شارح بخاری لکھتے ہیں:۔

لا یذیقك اللہ الموتتین ابدا: یعنی بعد از موت بحیاۃ ابدی زندہ خواہی بود۔ ازاں کہ وی رضی اللہ عنہ دانستہ بود کہ انبیاء درعلم برزخ زندہ اند بخلاف سائر مسلمانان کہ در وقت سوال منکر نکیر زندہ می کنند آں ہارا باز میں اند چناں کہ در تفسیر ربنا امتنا اثنتین و احییتنا اثنتین گفتہ اند"

(تیسیر القاری شرح صحیح البخاری ص ۴۲۵/۳)

لا یذیقک اللہ الموتتین ابدا: کا مطلب یہ ہے کہ وفات شریفہ کا ذائقہ چکھنے کے بعد پھر آپ ہمیشہ کی زندگی پائیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضہ کا عقیدہ تھا۔ کہ انبیاء کرام عالمِ برزخ میں زندہ ہوتے ہیں۔ باقی عام مسلمان منکر نکیر کے سوالات کے لئے اپنی اپنی قبروں میں زندہ کئے جاتے ہیں اور پھر ان پر قبر میں دوبارہ ورودِ موت ہوتا ہے۔"

پھر ایک اور مقام پر رقمطراز ہیں:۔

قول مختار و مقرر جمہور ہمیں آنست کہ انبیاء بعد از وقتِ موت زندہ اند بحیاۃ دنیاوی۔ (تیسیر القاری شرح صحیح البخاری جلد ۳ ص ۴۲۵)

ترجمہ: قول مختار جمہور یہ ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام موت چکھنے کے بعد زندہ ہیں۔ بحیاۃ دنیوی۔

پھر ایک اور مقام پر لکھتے ہیں :۔

کہ موت دوم آنست ، کہ سائر الناس را در قبر بعد از سوال منکر نکیر خواہد بود واین جواب موافق جمہور علماء است کہ قائل اند بحیات سائر الانبیاء در عالم برزخ و باین معنی ناطق است۔ آثار و احادیث چنانچہ بر متتبعان پوشیدہ نیست۔ واین قول نزد ما احسن اقوال است۔ (تیسیر القاری جلد ۴ صـ ۲۱۷)

ترجمہ : دوسری موت وہ ہے جو عامۃ الناس کو قبر میں منکر نکیر کے سوالات کے بعد پھر دوبارہ آتی ہے۔ یہ جواب جمہور علمائے امت کے فیصلہ کے مطابق ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی اسی حدیث کی شرح اس طرح کرتے ہیں۔ طوالت کے خوف سے صرف ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

"حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مراد اس کلمہ سے یہ تھی۔ کہ دوسرے لوگوں کی طرح آپ قبر منور میں دوسری موت کا ذائقہ بالکل نہ چکھیں گے۔ دوسرے عام لوگوں کو قبر میں سوال وجواب کے لئے زندہ کیا جاتا ہے۔ اور پھر ان پر دوبارہ ورودِ موت ہوتا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ دوسری موت کبھی نہ آئے گی۔ ایک دفعہ لذتِ وفات چکھنے اور پھر زندہ ہونے کے بعد آپ حیاتِ دائمہ سے زندہ ہیں۔ آپ پر کبھی طریان موت نہ ہوگا۔ اس ارشاد عالی میں حضرت ابوبکر صدیق رض کا اشارہ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے۔"

خلاصہ کلام یہ کہ صحیح بخاری کے شارحین علامہ عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی رح اور شیخ الاسلام نور الحق اور دوسرے اکابر محدثین نے موتِ ثانیہ سے قبر کی موت کی مراد لی ہے۔ دوسرے احتمالات عقلاً و نقلاً آپ کی صورتِ حال پر قطعاً چسپاں نہیں ہوتے ہیں:۔ حدیث "لا یجمع اللہ علیک موتتین" کا صحیح مفہوم یہی ہے۔ کہ موتِ ثانیہ جس سے مراد قبر کی موت ہے۔ انبیاء علیہم السلام پر ہرگز طاری نہ ہوگی۔ وہ موت کی لذت شناسی کے بعد پھر ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیئے جاتے ہیں۔ حضرت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بصیرت اور فراست پر قربان وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان کے بعد فرمایا تو پہلے حیاۃ لبعد وفات کا اشارہ فرمادیا تاکہ وقوعِ موت کی صراحت

سے کہیں حیاۃ ثانیہ کی نفی لازم نہ کرلی جائے۔ غور فرمائیے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی بصیرت اور فطرتِ نبوت کی مزاج شناسی کہاں تک پرواز کر رہی ہے۔ کتنی دُور کی بات ہے۔ آپ نے ایک جملہ میں ارشاد فرمادیا۔ اور کس شان سے آپ نے حیات بعد الوفات کا اثبات فرمایا۔ جامعیتِ شان اور بلاغتِ بیان نے جس طرح یہاں سمندر کو کوزے میں بھر دیا ہے۔ اس کی نظیر کلام عرب میں شاید ہی کہیں ملے۔ ورودِ وفات کا پہلا اعلان حضرت صدیق اکبرؓ نے کیا تھا۔ احساسِ نزاکت پر قربان جائیے کہ وفات کا اس وقت تک اعلان نہیں فرمایا۔ جب تک کہ اس کے ساتھ ہی حیات کا اثبات نہیں فرمایا۔

تنبیہ :۔ پیشِ نظر رہے، کہ "لا یذیقک اللہ الموتتین ابدا" کی شرح میں شیخ الاسلام حضرت علامہ عینیؒ اور دوسرے اجلہ محدثین نے حیاۃ فی القبر کے جس مسئلہ کو بیان فرمادیا، اسے صرف اپنی رائے یا اپنا نظریہ یا صرف اپنی توجیہہ قرار نہیں دیا۔ بلکہ اسے پورے اہلِ سنت کا مذہب قرار دیا ہے۔ جس کا انکار خروج عن اہل سنت ہے۔

عینی جلد ۷ صہ ۲۰۰ میں ہے :۔

ومذهب اهل السنة والجماعة ان فی القبر حیواة وموتا فلا بد من ذوق الموتتین لکل احد غیر الانبیاء : پورے اہل السنۃ والجماعت کا مذہب یہی ہے، کہ قبر میں زندگی اور موت دونوں ہیں۔ پس ہر ایک کو دو موتوں کے ذائقہ کے سوا چارہ نہیں۔ ہاں انبیاء کرام پر یہ دوسری موت کبھی نہ آئے گی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس اندازِ بیان کو یوں اختیار فرمایا ہے :۔ کہ حیاۃ فی القبر کے منکرین کبھی کبھی اس خطبہ صدیقی کو اپنا استدلال بنا کر پیش کر دیتے ہیں۔ ان کے لئے اہلِ سنت کی طرف سے یہی جواب ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ میں دائمی طور پر زندہ ہیں، انہیں وہاں پر کبھی موت نہیں آئے گی۔

## حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا مسلک

عن السائب بن یزید قال کنت قائما فی المسجد فحصبنی رجل

فنظرت الیه فاذا عمر بن الخطاب فقال اذهب فأتنی بهذین فجئته بهما فقال ممن انتما او من این انتما قالا من اهل الطائف قال لو کنتما من اهل المدینه لاوجعتکما ترفعان اصواتکما فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (صحیح بخاری جلد ا ص ۶۷)

ترجمہ: سائب بن یزید کہتے ہیں۔ میں مسجد نبوی میں کھڑا تھا، کہ کسی نے مجھے کنکری ماری۔ کیا دیکھتا ہوں، کہ وہ حضرت عمر رضؓ ہیں۔ آپ نے فرمایا، جاؤ ان دو شخصوں کو میرے پاس لاؤ۔ میں انہیں آپ کے پاس لے آیا۔ آپؓ نے ان سے پوچھا؟ تم کن لوگوں میں سے ہو۔ یا تم کہاں کے ہو۔ انہوں نے کہا۔ ہم اہل طائف میں سے ہیں۔ اس پر حضرت عمر رضؓ نے فرمایا۔ اگر تم اہل مدینہ میں سے ہوتے، تو میں تمہیں سزا دیتا۔ اس لئے کہ تم مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں (جس میں آپ کا روضہ منورہ ہے) اپنی آوازیں بلند کرتے ہو۔"

آواز بلند کرنے پر مسجد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے منع کرنا، اسی لئے تھا کہ وہاں آپؐ کا روضہ اطہر ہے۔ جس طرح آپؐ کی اس دنیوی زندگی میں آپؐ کے پاس آواز بلند کرنا جرم تھا۔ اسی طرح آپ کے روضہ منورہ کے پاس آواز بلند کرنا بھی جائز نہیں۔ اس لئے کہ آپؐ وہاں تشریف فرما ہیں۔ اور جسد عنصری سے زندہ ہیں۔ حدودِ مسجد کی آواز کو بلا کسی واسطہ سے سنتے ہیں۔ بعض متعصب وہابیوں کا یہ کہنا ہے آپؓ نے منع تعظیم مسجد کے لئے کیا۔ یہ غلط ہے۔ حکم منع محض اضافت مسجد کیلئے نہیں، بلکہ مسجد کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف محض تشریف مسجد کے لئے کی گئی ہے۔ پس مسجد کا احترام حضور کی وجہ سے ہے۔ جب تک کلام اپنے اصل پر محمول ہو سکے، تو وہاں صرف عن الظاہر درست نہیں ہوتا ہے۔ اگر احترام مسجد کے لئے منع کیا ہوتا، تو چونکہ یہ مسئلہ اس سطح پر نظری تھا، ضرور اس پر دلیل فرمائی ہوتی۔ چونکہ احترام دربارِ رسالت نصِ قرآن اور احادیث سے ثابت تھا۔ اس لئے دلیل کی ضرورت نہ تھی۔ لہٰذا اس پر دلیل نہ لائی گئی۔ اور بالفرض اگر وجہ منع احترام مسجد تھا۔ تو وہ قابلِ اخراج مسجد نہ ایجاع کے۔ کما فصله عبد اللہ بن مسعود رواہ الدارمی فی سننه۔

اور نیز دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سائب بن یزید کو کنکری مار کر بُلانا، اور دبی آواز سے گفتگو کرنی، اور حدودِ مسجد میں آواز بلند کرنے کو قابلِ سزا قرار دینا اس حقیقت کا پتہ دیتا ہے، کہ حضرت عمر فاروق رضؓ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے روضہ اطہر میں زندہ اور مدرک الاصوات سمجھتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضؓ جب کسی مہم سے فارغ ہو کر واپس مدینہ منورہ آتے۔ تو سب سے پہلا کام جو آپ کرتے تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں سلام عرض کرنا ہوتا، اور اسی کی آپ دوسروں کو تلقین کرتے تھے ؎

اوّل کارے کہ عمر رضؓ ابتدا کرد — سلام پیغمبر بود صلی اللہ علیہ وسلم

(جذب القلوب ص۲۰۰)

## حضرت عثمانِ غنیؓ کا مسلک

امیر المؤمنین سیدنا حضرت عثمان رضؓ کا جب باغیوں نے محاصرہ کر لیا۔ تو بعض صحابہؓ نے عرض کی کہ بہتر یہ ہے، کہ آپ شام چلے جاویں وہاں کی فوجیں مضبوط ہیں۔ اس پر حضرت عثمان رضؓ نے ارشاد فرمایا۔ دیکھو جذب القلوب ص۱۱۸

"روا ندارم کہ از دار الہجرت خود مفارقت کنم و مجاورتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بگذارم۔" میں یہ جائز نہیں رکھتا، کہ اپنے دار الہجرت سے (یعنی مدینہ منورہ سے) جُدائی کروں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجاورت اور ہمسائیگی کو چھوڑ دوں۔"

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے روضہ مطہرہ میں زندہ یقین کرتے تھے۔ اگر وہاں جسدِ اطہر محض بے حس و بے شعور پڑا ہوتا۔ اور روح اس سے بالکل جُدا ہوتی، تو پھر اس قرب کا آخر کیا فائدہ تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسا قُرب کسی لذت کا سامان نہیں ہو سکتا، چہ جائیکہ اس پر جان قربان کر دی جائے۔ حضرت عثمانؓ شام نہ گئے۔ اور مجاورتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ لذت اُٹھائی، کہ اس پر جان قربان کر دی۔

ؔ بنا کردند خوش رسمے بخاک و خوں غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

## حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا مسلک

من زار قبر رسول اللّٰہ کان فی جوار رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم (جذب القلوب صـ ١٨٠)

اگر حضورؐ انور کی روحِ اقدس آپؐ کے جسدِ اطہر سے مفارق اور بالکل بے تعلق ہوتی، تو سیدنا حضرت علی رضؓ اس خصوصیت کے ساتھ قرب روضہ مطہرہ کو ہمسائیگی رسولؐ ہرگز قرار نہ دیتے۔ آپ کے اس ارشاد سے پتہ چلتا ہے، کہ آپ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے روضہ مطہرہ میں زندہ بجسدہٖ یقین کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں حضرت علی رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے:۔

"ایک اعرابی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر حاضر ہوا، اور عرض کی۔ یا رسول اللہ، آپؐ نے جو پروردگار سے سُنا، ہم نے آپ سے سُنا۔ اور جو کچھ آپ نے خدا سے یاد کیا، ہم نے آپؐ سے یاد کیا۔ آپ پر جو آیات نازل ہوئیں ان میں یہ آیت شریفہ بھی ہے۔ ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللّٰہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللّٰہ توابا رحیما (پ ۵) روضہ منورہ سے آواز آئی۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے بخش دیا۔" (جذب القلوب)

حضرت علی رضؓ کا یہ مشاہدہ اور پھر اس پر کسی قسم کا اعتراض کسی مفسر کا اور شارح کا نہ کرنا اور نہ ہی اس کی کوئی توجیہہ کرنی۔ ان کے عقیدے کی تائید کرتا ہے۔ کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مطہرہ کی زیارت کے لئے آیا۔ وہ اس وقت حضور علیہ السلام کی ہمسائیگی میں ہے۔"
(جذب القلوب)

## حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مسلک

روی عن عائشۃ رضؓ انھا کانت تسمع صوت الوتد یوتد والمسمار یضرب فی بعض الدور المتصلۃ بمسجد رسول اللّٰہ فترسل الیھم لا تؤذوا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ (شفاء السقام صـ ١٤٣)

حضرت عائشہ رضؓ جب کبھی ان گھروں سے جو مسجدِ نبوی سے متصل تھے۔ کسی میخ یا

کیل لگائے جانے کی آواز سنتی تھیں، تو یہ حکم بھیجتی تھیں کہ خبردار، حضورؐ کو اس آواز سے اذیت نہ دو۔"

عن عائشۃ رضؓ قال کنت ادخل بیتی الذی فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانی واضع ثوبی واقول انما ھو زوجی وابی۔ فلما دفن عمر معھم فواللہ ما دخلت الا وانا مشدودۃ علی ثیابی حیاء من عمر (رواہ احمد) ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں۔ کہ میں اپنے حجرے میں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے چادر رکھے داخل ہو جایا کرتی تھی۔ مجھے یہی خیال ہوتا تھا کہ میرے خاوند اور میرے والد ہی تو یہاں ہیں (اور تو کوئی نہیں) لہٰذا کیوں پردہ کروں۔ جب حضرت عمر رضؓ وہاں دفن ہوئے، تو خدا کی قسم میں وہاں پردے سے جاتی تھی کیوں کہ مجھے حضرت عمر رضؓ سے حیا آتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

دیکھئے حضرت عائشہ رضؓ یوں نہیں کہہ رہی تھیں۔ کہ میں اس حجرے میں داخل ہو رہی ہوں۔ جس میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن میت (نعوذ باللہ) مدفون ہے۔ بلکہ یوں فرما رہی ہیں جس میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ نبوت و رسالت کے لئے ادراک و شعور لازم ہے۔ اگر ذات مدفونہ محض بے حس و بے شعور ہو تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہیں کہا جا سکتا۔ اور اگر اُسے کہا جاتا ہے تو اُسے کلی طور پر کہنے کے سوا چارہ نہیں ہے۔ حقیقی اعتبار سے بے حس و شعور ذاتِ مدفونہ کو ہرگز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنے کی گنجائش نہیں ہے۔ فقط روحِ اقدس کے لئے تو لفظ رسول اللہ کے اطلاق کے لئے کوئی تاویل ہو سکتی ہے۔ روحِ اقدس پر اور جسم اطہر کے مجموعہ پر یہ اطلاق صحیح ہے۔ لیکن فقط بدن پر جس میں ادراک و شعور دونوں منتفی ہیں۔ اس پر حقیقی اعتبار سے اطلاقِ رسول قطعاً محال ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت ام المؤمنین رضؓ حضورِ انورؐ کو اپنے روضۂ اقدس میں زندہ یقین کرتی تھیں۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہ کے اس تعامل سے نہ صرف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور آپؐ کے حواس روشن ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ بلکہ حضرت صدیقِ اکبر رضؓ اور حضرت

فاروقِ اعظم رضہ کی حیاتِ اقدس اور ان کے حواس کے روشن ہونے کا بھی ثبوت ملتا ہے ۔

## سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر کا تعامل

حدثنا ابو معاویۃ عن عبید اللہ عن نافع عن ابن عمرؓ انہ کان اذا اراد ان یخرج الی سفر دخل المسجد فصلی ثم اتی قبر النبی فقال السلام علیک یا رسول اللہ ۔ السلام علیک یا ابا بکر السلام علیک یا ابت ثم یاخذ وجہہ وکان اذا قدم من سفرٍ یفعل ذالک قبل ان یدخل منزلہ (المصنف لابن ابی شیبۃ) جلد۳ ص ۱۳۸ ۔ اخرجہ عبد الرزاق ایضاً بسند صحیح وفاء الوفاء سمہودی جلد۲ ص ۴۱۰

حضرت ابن عمر رضہ جب کبھی سفر پر روانہ ہوتے تو مسجد نبوی میں آتے ، نماز پڑھتے اور پھر روضۂ اطہر پر حاضر ہوتے اور السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا ابا بکر السلام علیک اے ابا جان پڑھتے اور پھر اپنے منہ کو تھام لیتے ، اس کے بعد کوئی کلام نہ کرتے سیدھے واپس چلے جاتے اور جب سفر سے واپس ہوتے تو اپنے گھر جانے سے پہلے پھر اسی طرح صلوٰۃ والسلام عرض کرتے ۔"

## حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ

عن داؤد بن صالح قال اقبل مروان یوماً فوجد رجلاً واضعاً وجہہٗ علی القبر فاخذہٗ برقبتہ وقال اتدری ما تصنع قال نعم فاقبل علیہ فاذا ھو ابو ایوب الانصاریؓ فقال جئت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم آت الحجر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تبکو علی الدین اذا ولیہ اھلہ ولکن ابکو علیہ اذا ولیہ غیر اھلہ ۔ اخرجہ الحاکم وقال صحیح الاسناد جلد۴ ص ۵۱۵

ایک دن مروان آیا اور اس نے ایک شخص کو روضۂ انور پر منہ رکھے ہوئے دیکھا ۔ اس

نے اسے گردن سے پکڑ کر ہٹایا۔ اور کہا جانتا ہے کہ تو کیا کر رہا ہے۔ اس نے کہا۔ ہاں میں جانتا ہوں، یہ گناہ نہیں ہے۔ اور وہ اس کی طرف متوجہ ہوا، کیا دیکھتا ہے، کہ وہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے فرمایا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ہوں۔ پتھروں کے پاس نہیں آیا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ اس وقت دین پر نہ رونا۔ جب کہ اُس کے والی اس کے اہل ہوں۔ بلکہ اس وقت رونا، جب کہ دین کا معاملہ غیر اہل کے ہاتھوں میں آجائے۔" اخرجہ الحاکم وقال صحیح الاسناد واقرعلیہ الذہبی فقال صحیح کذا فی وفاء الوفاء جلد ۴ ص ۱۴۰۴

## خلاصۃ البیان

یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ عالیہ اور خلفائے راشدین کے عقائد قدسیہ اور ام المومنین رضی اللہ عنہا کے عملی فیصلے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نظریات یکے بعد دیگرے آپ کے سامنے آچکے ہیں۔ ان سب میں قدر مشترک یہ ہے کہ حضورِ انور فخرِ موجودات رحمتِ کُل اپنے روضۂ اقدس میں بجسدہٖ و روحہٖ حیات دنیاوی کے ساتھ زندہ ہیں۔ اور ہمارے عرض کئے گئے صلوٰۃ وسلام خود سنتے ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

---

### دھنک رنگ

علم خدا تک پہنچنے کا ذریعہ ہے اس سے تعلق جوڑنا تاریکی میں روشنی کرنا ہے۔

علم سے بڑا کوئی دوست نہیں۔

علم ایسا نور ہے جس سے سب فائدہ اٹھا سکتے ہیں لیکن اسے حاصل کرنے کے لیے پروانوں کی طرح جلنا پڑتا ہے۔

علم ایک ایسی روشنی ہے جو روح کو منور کر دیتی ہے۔

علم ایک ایسا پھول ہے جو کبھی مرجھاتا نہیں اور ہمیشہ خوشبو دیتا ہے

علم عالم کی وہ آنکھ ہے جس سے وہ برائی اور بھلائی میں تمیز کر سکتا ہے۔

اخلاق کی بنیاد تعلیم پر ہے اس لیے علم کو مرتے دم تک حاصل کرو۔

علم ایک نور ہے جو آدمی کو انسان بنا دیتا ہے۔

# الفصل الرابع

## علمائے حنفیہ کرام

محقق علی الاطلاق امام ابن الہمام المتوفی ۸۶۲ھ فرماتے ہیں:

تستقبل القبر بوجهك ثم تقول السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته وذلك انه عليه السلام في القبر الشريف المكرم على شقه الايمن مستقبل القبلة فيكثر دعاءه ونداءه في الروضة الشريفة عقيب الصلاة وعند القبر ويجتهد في خروج الدمع فانه من امارات القبول وينبغي ان يتصدق بشئ على جيران النبي ثم ينصرف متباكيا متحسرا على الفراق لحضرة النبوية والقرب منها ثم يسئل النبي الشفاعة فيقول يا رسول الله اسألك الشفاعة يا رسول الله۔ (فتح القدير جلد ۲ ص ۳۳۷)

حضور انور کی قبر شریف کے سامنے ہو کر السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ عرض کرے اور یہ اسلئے کہ حضور علیہ السلام اپنی قبر شریف میں دائیں کروٹ قبلہ کی طرف رُخ کئے ہوئے ہیں۔ روضہ شریف میں درود شریف کے بعد اور قبر کے پاس۔ پھر پوری کوشش کرکے آنسو بہلائے، یہ نشانی قبولیت زیارت کی ہے۔ کیوں کہ یہ قبولیت کے علامات میں سے ہے۔ اور چاہیئے کہ روضہ اطہر کے مجاورین پر کچھ صدقہ بھی کرے۔ پھر روتا ہوا اور آپ کے قربِ اقدس سے جُدا ہونے کا غم ساتھ لیتے ہوئے واپس ہو۔ پھر حضورِ انورؐ سے شفاعت کرنے

کی التجا بھی کرے اور کہے کہ یا رسول اللہ! میں شفاعت کے لئے سوال کرتا ہوں۔"

درالمختار جلد۳ باب المغنم صہ ۳۲۷ میں ہے:۔

اذ قد صرح فی منیة المفتی بان رسالة الرسول لا تبطل بموته ثم قال ویمکن ان یقال انما باقیة حکما بعد موته وکان استحقاقه بحقیقة الرسالة لا بالقیام بامور الامة اه ولا یخفی ما فی کلامه من ایهام انقطاع حقیقتها بعده صلی اللہ علیه وسلم فقد افاد فی الدر المنتقی انه خلاف الاجماع قلت اما ما نسب الی الامام الاشعری امام اهل السنة والجماعة من انکار نبوتها بعد الموت فهو افتراء وبهتان والمصرح به فی کتبه وکتب اصحابه خلاف ما نسب الیه بعض اعدائه لان الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام احیاء فی قبورهم وقد اقام النکیر علی افتراء ذلك ابو القاسم القشیری

درمنتقی میں ہے، کہ حضورؐ کی رسالت آپ کی وفات شریف کے بعد اب بھی حقیقۃً باقی ہے اور اسے صرف حکماً باقی کہنا خلافِ اجماع ہے۔ اور امامِ اہلِ سنت امام اشعریؒ کی طرف جو اس کا انکار منسوب ہے وہ افترا اور بہتان ہے۔ اشاعرہ کی کتابوں میں اس کے خلاف تصریح موجود ہے۔ آپ کی وفات شریف کے بعد رسالت کا حقیقۃً باقی نہ رہنا اہلِ سنت کے بعض دشمنوں نے ان کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ کیوں کہ انبیاء علیہم السلام تو اپنی قبور شریف میں زندہ موجود ہیں۔"

الرحیق المختوم شرح قلائد المنظوم علامہ عینی جلد ۷ صہ ۶۰۰ انهم لا یموتون فی قبورهم بل هم احیاء۔ ان الانبیاء احیاء فی قبورهم فیمکن لهم سماع صلوٰة من صلی علیهم (مرقاة جلد ۲ صہ ۲۰۹) ترجمہ

یقیناً انبیاء کرام اپنی قبور شریف میں مردہ نہیں ہوتے۔ بلکہ وہاں زندہ ہوتے ہیں۔ اور مرقاۃ کی عبارت میں صرف یہ زائد ہے۔ کہ درود پڑھنے والوں کا

درود سنتے ہیں۔

ولما ھو مقرر عند المحققین انہ صلی اللہ علیہ وسلم حی یرزق فیتمتع الملاذ من العبادات غیر انہ احجب عن ابصار القاصرین عن شریف المقامات۔

(نور الایضاح ص ۱۷۷)

محققین کے نزدیک یہ طے شدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔ آپ کو رزق بھی ملتا ہے اور عبادات سے آپ لذت بھی اُٹھاتے ہیں۔ ہاں اتنی بات ہے کہ وہ ان نگاہوں سے پردے میں ہیں۔ جو نگاہیں ان مقامات تک پہنچنے سے قاصر رہتی ہیں۔

مراقی الفلاح:۔ ینبغی لمن قصد زیارت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یکثر الصلوٰۃ علیہ فانہ یسمعہا تبلغ الیہ۔ (ص ۴۰۵ مصری)

(فانہ یسمعہا) ای اذا کانت بالقرب منہ صلی اللہ علیہ وسلم (تبلغ الیہ) ای یبلغہا الملك اذا کان المصلی بعیداً۔ (طحطاوی ص ۴۰۵ مصری)

علامہ شرنبلالی کا مذکورہ سابقہ فیصلہ اور پھر اسے مختار محققین قرار دینا۔ اگر کچھ بھی محل نظر ہوتا تو اس کے شارح اور پھر شارح کے شارح ہر مرحلہ پر اس کی تصدیق و توثیق نہ کرتے چلے جاتے۔ آخر کسی مقام پر تو اسے نشانہ ضعف کیا جاتا۔ جب ہر مرحلہ پر اس کی تصدیق ہے۔ تو اس یقین سے چارہ نہیں، کہ فقہ حنفی کا متفقہ نظریہ یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضۂ اطہر میں اسی دنیاوی حقیقی جسمی حیات سے زندہ ہیں۔ اور قریب عرض کئے گئے صلوٰۃ والسلام کو خود سنتے ہیں۔ اور نیز ملاحظہ ہو قصیدہ نعمان ص ۱۳ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے روضۂ اطہر کے سامنے حاضر دربار نبوۃ ہو کر یہ قصیدہ پڑھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ سمجھ کر خطاب کیا:۔

| | |
|---|---|
| ۲ یا سید السادات جئتك قاصداً | ارجو رضاك ولحمتی بجمالك |
| اے پیشوائے دوسرا اور پرہوں تیرے آپڑا | چشم کرم بہر خدا، چشم کرم بہر خدا |
| تیری عنایت چاہیے، تیری حمایت چاہیے | مطلوب ہے تیری طلب محبوب ہے تیری رضا |

دوسری جگہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ۱۳ اسی قصیدہ میں اس سے بڑھ کر حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پختہ عقیدہ رکھتے ہوئے آپ سے امداد طلب کر رہے ہیں۔

یا اکرم الثقلین یا کنز الوریٰ — جدلی بجودک وارضنی برضاک

اے مخزنِ جود و سخا میں بھی ہوں طالب جود کا — ہر لحظہ خواہاں لطف کا ہر وقت راضی برضا

انا طامعٌ بالجود منک ولم یکن — لابی حنیفۃ فی الانام سواک

اے بحرِ ذخارِ عطا طامع ہوں تیری جود کا — اس بو حنیفہ کا بھلا اب کون ہے تیرے سوا

## مسلکِ مالکیہؒ

سیدنا حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ مدنی ہونے کے اعتبار سے اس باب میں خاص طور پر ممتاز ہیں۔

نقل عن الامام مالک انہ کان یکرہ ان یقول رجل زرت قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ابن رشد من اتباعہ ان الکراھیۃ لغلبۃ الزیارۃ فی الموتیٰ وھو صلی اللہ علیہ وسلم احییٰ بعد موتہ حیاتاً قائماً واستمرت تلک الحیاۃ وھی مستمرۃ فی المستقبل ولیس ھذا خاصۃ بہ صلی اللہ علیہ وسلم بل یشارکہ الانبیاء فھو حیٌّ بالحیاۃ الکاملۃ مع الاستغناء عن الغذاء الحسی الدنیوی (وفاء الوفاء ج۲ ص ۳۱۲/۳۱۲ مصر)

ترجمہ: حضرت امام مالکؒ سے منقول ہے کہ وہ اسے ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص یوں کہے کہ میں نے حضور علیہ السلام کی قبر کی زیارت کی۔ امام مالکؒ کے مقلدین میں سے ابن رشد اس کی تشریح یہ کرتے ہیں، کہ اس ناپسندیدگی کی وجہ یہ ہے، کہ زیارت کا لفظ عام طور پر موتیٰ کے متعلق استعمال کیا جاتا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم وفات شریفہ کے بعد حیات تامہ کے ساتھ زندہ ہیں۔ اور یہ حیات آئندہ بھی اسی طرح رہے گی۔ یہ صرف آپ کا خاصہ نہیں، بلکہ تمام انبیاء اس وصف میں آپ کے ساتھ شریک ہیں۔ پس آپ غذائے حسی دنیوی سے استغنائ کے باوجود

حیاتِ کاملہ سے زندہ ہیں۔"

امام حیان اندلسی نے بحر المحیط جلد ا صـ۲۸۳، علامہ ابن الحاج، علامہ ابن رشید اندلسی اور ابن ابی جمیرہ من الکبار نے ان مسائل کا خوب تذکرہ کیا ہے۔

## مسلکِ شوافع

شوافع میں امام بیہقیؒ اور امام سیوطیؒ نے حیاتِ انبیاء کے عنوان پر مستقل تصانیف سپرد قلم کی ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے متعدد حوالے مباحثِ احادیث کے ضمن میں آپ کے سامنے آچکے ہیں۔ امام غزالیؒ اور علامہ سُبکیؒ نے بھی ان ہی حقائق کی تصدیق فرمائی ہے۔ لطف یہ ہے، کہ اکابر خواہ مالکی ہوں، خواہ شافعیؒ کسی مقام پر بھی اس تحقیق کو اپنے فقہی مسلک کے تحت ذکر نہیں کرتے، بلکہ جہاں کہیں اس عقیدے کا ذکر آتا ہے وہاں اس کو مسلکِ اہلِ سنّت ہی کے طور پر ذکر کرتے ہیں۔ جمیع اکابر شافعیہ یہی مسلک رکھتے ہیں، کہ آں حضرتؐ کو اپنے روضہ اطہر میں جو حیات حاصل ہے وہ حیات جسمانی ہے۔ اور وہی جسد اطہر فائز الحیات ہے جو اس دُنیا میں تھا۔ حیاتِ دنیاوی حسی جسمانی آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سب شوافع کا اتفاق ہے۔ علامہ قونویؒ (شافعی المسلک) اگرچہ استمرار حیات انبیاء علیہم السلام فی القبور کے قائل نہیں ہیں۔ اور یہ مسلک ان کا جمہور کے خلاف ہے۔ لیکن اس حقیقت سے انہیں بھی انکار نہیں ہے۔ کہ انبیاء کرام کی روحیں ان کے اجسادِ مطہرہ سے ہرگز جُدا نہیں ہیں۔ اور جہاں بھی یہ دنیاوی جسم ہو انہیں حیات حاصل ہے۔ علمائے شوافع کا جو حیات جسمانی انبیاء علیہم السلام فی القبر پر اجماع ہے۔ علامہ قونوی کا تفرد اس پر قطعاً اثر انداز نہیں ہو سکتا۔

عندنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی یحس ویعلم وتعرض علیہ اعمال الامۃ ویبلغ الصلوٰۃ والسلام۔ ہم شافعیہ کے نزدیک حضور علیہ السلام زندہ ہیں۔ اور آپؐ پر احساس وشعور موجود ہے۔ آپ پر اعمالِ امت بھی پیش ہوتے ہیں۔ اور صلوٰۃ وسلام بھی آپکو پہنچتا ہے۔ (طبقات شافعیہ جلد ۳ صـ ۴۰۶)

(حدیث ابی ایوب الانصاریؓ ھو ان مروان اقبل فرأہ ملتزم القبر

المکرم فاخذ مروان برقبتہ ثم قال ھل تدری ما ذا تصنع فاقبل علیہ فقال نعم انی لم آت الحجر ولا اللبن انما جئت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تبکوا علی الدین اذا ولیہ اھلہ ولکن ابکوا علیہ اذا ولیہ غیر اھلہ انتھی۔ (شفاء السقام)

## مسلک حنابلہ

حنابلہ، امام الحنابلہ حضرت احمد بن حنبلؒ حضرت ابوایوب انصاریؓ کی روایت کو اپنے مسند میں لاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ جوہر منظم ص۱۲ (خاتم المحققین ابن حجر ہیتمی)

وھذا الحدیث اخرجہ احمد والطبرانی والنسائی بسند فیہ من ضعف النسائی لکن وثقہ آخرون۔ ترجمہ؛ حضرت ابوایوب انصاریؓ والی حدیث کو امام احمد طبرانی اور نسائیؒ لاتے ہیں۔ نسائیؒ کی روایت میں ضعیف ہے۔ لیکن دوسری روایتوں کے ثقہ ہونے کی وجہ سے وہ ضعیف نہ رہا جس سے ان کے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیدہ رکھنے کا واضح پتہ چلتا ہے۔ قال ابن عقیل من الحنابلۃ ھو صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ یصلی۔ ابن عقیل حنبلیؒ کہتے ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور نماز بھی پڑھتے ہیں۔

## اکابر فرقہ اہلحدیث

قاضی شوکانی یمنی فرماتے ہیں:۔

ای روحہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تفارقہ لما صح ان الانبیاء احیاء فی قبورھم۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک اپنے جسد اطہر سے جدا نہیں ہوتی، کیونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ انبیاء کرام اپنی قبور شریفہ میں زندہ ہوتے ہیں۔ (تحفۃ الذاکرین شرح حصن حصین الشوکانی ص۲۸ مصر)

شیخ کبیر عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی لکھتا ہے :-

والذی نعتقد ان رتبة نبینا صلی اللہ علیہ وسلم اعلی مراتب المخلوقین علی الاطلاق وانہ حیی فی قبرہ حیوۃ مستقرۃ ابلغ من حیات الشہدآ المنصوص علیہا فی التنزیل اذ ھو افضل منھم بلا ریب وانہ یسمع من یسلم علیہ ( اتحاف النبلاء ص ۴۱۵ مطبوعہ کانپور )

ہمارا یہی اعتقاد ہے کہ حضورِ اکرمؐ کا مرتبہ تمام مخلوق سے علی الاطلاق اعلیٰ ہے اور یہ کہ آپؐ اپنی قبر شریف میں دائمی طور پر زندہ ہیں اور آپ کی یہ حیات شہداء کی حیات سے جو قرآن پاک میں منصوص ہے، بہت ہی بالا ہے۔ کیوں کہ آپؐ بلا ریب ان سے افضل ہیں۔ اور آپ اپنے روضۂ اطہر میں سلام عرض کرنے والوں کے سلام خود سنتے ہیں۔

عون المعبود جلد اوّل ص ۴۰۵ میں ہے۔ ان الانبیاء فی قبورھم احیاءؑ

التعلیقات السیفیہ علی السنن النسائی میں ہے :-

انھم احیاءؑ فی قبورھم یصلون وقد قال النبی من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیاً ابلغتہ -

## عقائدِ متکلمین

علم کلام کے مشہور علامہ تورپشتیؒ اہلِ سنت کے عقائد شمار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

" وازاں جملہ آں است کہ بدانند کہ کالبدوے را زمین نخورد - و بوسیدہ نشود - وچوں زمین از وے شگافتہ شود کالبدوے بحال خود باشد وحشر وے وجملہ انبیاءؑ چنیں باشد - وحدیثے درست است، کہ ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء ھم احیاءؑ فی قبورھم یصلون - واوّل ہمہ پیغمبر ما برخیزد - از گور دانستن ایں ہمہ کہ ذکر کردیم، مہم است -

ترجمہ : اور منجملہ عقائد اہلسنت سے ہے کہ آپ کے جسم اطہر کو زمین نہیں کھاتی اور نہ

ہی بوسیدہ ہوتا ہے اور جب بروزِ قیامت قبرِ انور شق ہوگی۔ تو آپ کا جسدِ اقدس سابقہ حالت پر ہوگا۔ آپ کا اور جملہ انبیاء علیہم السلام کا حشر اسی طرح ہوگا اور یہ حدیث بالکل درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے جسم کو کھانا زمین پر بالکل حرام کر دیا ہے۔ وہ اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ سب سے پہلے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم قبرِ انور سے اٹھیں گے یہ جو کچھ ہم نے ذکر کیا اس کا جاننا اور عقیدہ رکھنا ضروری ہے۔

## اشاعرہ اور ماتریدیہ کا فیصلہ

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القبر حیٌ یحس ویعلم وتعرض علیہ اعمال الامۃ واللہ تعالیٰ خلق ملائکۃ سیلمین یبلغون الیہ الصلوٰۃ من امتہ (الروضۃ البہیہ فیما بین الاشاعرۃ والماتریدۃ ص۱۵)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ علم و احساس آپؐ میں برابر موجود ہیں۔ امت کے اعمال آپؐ پر پیش ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایسے فرشتے پیدا کر رکھے ہیں۔ جو زمین میں سیاحت کرتے رہتے ہیں۔ اور امت کا صلوٰۃ و السلام پہنچاتے رہتے ہیں۔"

عندھم صلی اللہ علیہ وسلم حیٌ فی قبرہ: اشاعرہ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ (طبقات الشافعیہ جلد ۵ ص۲۹)

قال الاستاد ابو منصور البغدادی قال المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبینا صلی اللہ علیہ وسلم حیٌ بعد وفاتہ: امام ابو منصور بغدادی نے فرمایا۔ ہمارے اصحاب المحققین المتکلمین کا یہی فیصلہ ہے۔ کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات شریف کے بعد پھر زندہ ہیں۔

## اجماع المحدثین

محدثِ کبیر علامہ سخاویؒ تلمیذ خاتمۃ الحفاظ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ

نحن نؤمن و نصدق بانه صلی اللہ علیہ وسلم حیی یرزق فی قبرہ وان جسدہ الشریف لاتاکلہ الارض و الاجماع علی ھذا (القول البدیع ص۱۲۵)

ہمارا ایمان ہے اور ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ آپؐ کو وہاں رزق بھی ملتا ہے اور آپؐ کے جسدِ اطہر کو مٹی نہیں کھاتی۔ اور اس عقیدہ پر اہلِ حق کا اجماع ہے۔

۲۔ علامہ عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ عینی شرح بخاری جلد ۲ ص ۶۰۰ میں فرماتے ہیں:۔

ومذھب اھل السنۃ والجماعت ان فی القبر حیاۃ وموتا فلابد من ذوق الموتین لکل احدٍ غیرا لانبیاء۔

۳۔ علامہ محقق عابد سندھی فرماتے ہیں:۔

اما م ای الانبیاء فحیاتھم لاشك فیھا اذ لاخلاف لاحدٍ من العلماء فی ذلك فھو صلی اللہ علیہ وسلم حیی علی الدوام (رسالہ مدینہ ص۲)

۴۔ شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:۔

حیات متفق علیہ است ہیچ کس را در وے خلافے نیست۔

(اشعۃ اللمعات جلد ص۶۱۳)

۵۔ خاتم المحققین احمد بن حجر الہیتمی الشافعی المکی "الجواہر المنظم ص۲۹" میں لکھتے ہیں:۔

ونقل ابو منصور البغدادی عن محقق المتکلمین من اصحابنا انہ صلی اللہ علیہ وسلم حیی بعد وفاتہ وانہ صلی اللہ علیہ وسلم یسترطاعات امتہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

محققینِ متکلمین ہمارے اصحاب سیر سے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد وفات زندہ مانتے ہیں۔ اور ان کا عقیدہ ہے کہ اُمت کے طاعات سے خوش ہوتے ہیں"۔

۶۔ خاتم المحدثین حضرت شاہ عبد العزیز محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وباشد رسول شما بر شما گواہ زیراکہ مطلع است۔ بنور نبوت بر مرتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ وحقیقت ایمان چیست وحجابے

کہ بداں از ترقی ماندہ است۔ کدام است۔ پس وے شناسد گناہاں شمارا۔ و درجات ایمان شمارا و اخلاص و نفاق شمارا۔ لہٰذا شہادت او در دُنیا بحکم شرع در حق امت مقبول و واجب العمل است۔ الخ اس کا ترجمہ گزر چکا ہے۔

دیکھیے رأس المحدثین علامہ شاہ صاحب نے حضور علیہ السلام کی حیاتِ ابدی کو کس طرح وضاحت سے ثابت فرمایا، یعنی یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نورِ نبوت سے امت کے ہر متدین کے درجات اور حقیقت ایمان اور وہ حجاب جس سے ترقی درجات رُکی ہوئی ہے۔ سب کو جانتے ہیں۔ سب غائبین کے اعمال کو دیکھ رہے ہیں۔ اسی وجہ سے قیامت کے روز آپ سب پر شہید اور گواہ ہوں گے۔ اور یہ بات بالاتفاق ثابت ہے، کہ گواہی اس شخص کی مقبول ہوتی ہے جو اپنی آنکھوں سے واقعات کو دیکھے۔ "ویکون الرسول" میں فعل تامہ ہے جیسا کہ "وکان اللہ غفوراً رحیماً۔ ترجمہ:۔ اور ہے اللہ بخشنے والا"۔ جس طرح یہ نہیں کہا جا سکتا، کہ اللہ ایک وقت میں غفور تھا اور دوسرے وقت میں نہیں ہے۔ یعنی ہر وقت غفور اور ہر وقت رحیم ہے۔ پس اسی طرح سے "ویکون الرسول" میں فعل تامہ ہے۔ پس ثابت ہوا، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے اعمال اپنی امت کے دیکھ رہے ہیں۔

۵ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ بچشم خود دیکھا۔ (فیوض الحرمین صـ ۲۸)

ورأیتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اکثر الامور یبدی لی صورتہ الکریمۃ التی کان علیہا مرۃ بعد مرۃ الی طامع الھمۃ ان اری روحانیۃ لاجسمانیۃ صلی اللہ علیہ وسلم فتفطنت ان لہ خاصیۃ من تقویم روحہ بصورۃ جسدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وانہ الذی اشار الیہ بقولہ ان الانبیاء لایموتون وانہم یصلون ویحجون فی قبورہم وانہم احیاءٌ الی غیر ذلک۔ ولم اسلم علیہ قط الاوقد انبسط الی وانشرح وتبدی وظہر ذلک لانہ رحمۃ للعالمین۔ ترجمہ، اور میں نے دیکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر امور میں اصلی صورت مقدس میں بار بار باوجودیکہ میری کمال آرزو تھی، کہ روحانیت

میں دیکھوں، نہ جسمانیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پس مجھ کو دریافت ہوا، کہ آپ کا خاصہ ہے روح کو صورت جسم میں متمثل کرنا (صلے اللہ علیہ وسلم) اور یہ وہی بات ہے جس کی طرف آپ نے اپنے اس قول سے اشارہ فرمایا۔ کہ انبیاء نہیں مرتے اور نماز پڑھا کرتے ہیں اپنی قبروں میں اور انبیاء حج کیا کرتے ہیں۔ اپنی قبروں میں اور وہ زندہ ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور جب میں نے آپ پر سلام بھیجا۔ تو مجھ سے خوش ہوئے اور انشراح فرمایا۔ اور ظاہر ہوئے اور یہ اس واسطے کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔

۸۔ خاتمۃ المحققین خلاصۃ المتقین فریدِ دہر وحیدِ عصر شہاب الملۃ والدین احمد بن محمد بن ابی بکر الخطیب القسطلانی رحمہ اللہ " قسطلانی جلد ا ص ۳۸۷ " میں فرماتے ہیں۔

ویستحضر بوقوفہ بین یدیہ وسماعہ سلامہ فی حالکا ھو حیۃ اذ لا فرق بین موتہ وحیاتہ فی مشاھدتہ لامتہ ومعرفتہ باحوالھم ونیاتھم وعزائمھم وخواطرھم وذلک عندہ جلی لا خفاء بہ۔ اور اس بات کو دل میں پختہ لاوے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سامنے حاضری کو جانتے ہیں اور میرا سلام بلا واسطہ خود سُن رہے ہیں۔ کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امت کے احوال نیات عزائم اور دل کی باتوں کے جاننے اور امت کا مشاہدہ کرنے کے لئے موت اور حیات میں کوئی فرق نہیں۔ اور آپ پر سب معاملات واضح ہیں کسی قسم کا اخفاء نہیں ہے۔"

یہ ہے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کا۔ اللہ تعالے سب اہلِ سنت والجماعت کو اس عقیدہ پر قائم رکھے۔ آمین ثم آمین

۹۔ محدثِ عظیم علامہ احمد شہاب الدین الخفاجی المصریؒ تحت حدیث ومامن مسلم یسلم الخ فرماتے ہیں :-

وفیہ دلیل علی انہ صلی اللہ علیہ وسلم حی بحیاۃ مستمرۃ لان الکون لا یخلو عن مسلم یسلم علیہ فی کل لحظہ : جواب سلام حضور علیہ السلام

کا ہر اُمتی کے سلام پر دلیل اس امر کی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاۃ دائمی مستمرہ ہے۔ کیوں کہ کوئی گھڑی خالی نہیں جس میں سلام اُمت پیش نہ کیا جاتا ہو۔
(نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض ج ۱ صہ ۴۹۹)

۱۱ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ تحت حدیث وما من مسلم یسلم الخ فرماتے ہیں۔
والمعنی ان اللہ سبحانہ یرد روحہ الشریف عن استغراقہ المنیف لیرد علی مسلمہ جبرا لخاطرہ الضعیف والا فمن المعتقد المعتمد انہ صلی اللہ علیہ وسلم حیٌّ فی قبرہ کسائر الانبیاء فی قبورھم۔ وھم احیاءٌ عند ربھم وان لارواحھم تعلقا بالعالم العلوی والسفلی کما کانوا فی الحال الدنیوی فھم بحسب القلب عرشیون وباعتبار القالب فرشیون واللہ سبحانہ اعلم باحوال ارباب الکمال۔ جب کوئی مسلمان آپؐ پر سلام بھیجتا ہے تو آپ کے روح مبارک کو استغراق سے جوابِ سلام کے لئے اللہ تعالیٰ متوجہ کرتا ہے تاکہ اس اُمتِ مرحومہ کے دلِ عاجز کی دلشکنی نہ ہو۔ ورنہ یہ بات پکی اور معتقد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں باقی انبیاء کی طرح زندہ ہیں۔ اور ارواح انبیاء کا تعلق عالم علوی اور سفلی سے عالم برزخ میں اسی طرح ہے۔ جس طرح عالمِ دُنیا میں تھا۔ پس انبیاء علیہم السلام قلب کے اعتبار سے عرشی ہیں اور قالب کے اعتبار سے فرشی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ خود اربابِ کمال کے حالات سے اچھی طرح واقف ہے۔" انتہیٰ (حاشیہ نسیم الریاض صہ ۴۹۹)

## اجماع العلماء الاعلام علی حیاۃ الانبیاء الکرام

۱ متفقہ فیصلہ علمائے دیوبند:۔ عندنا وعند مشائخنا حضرۃ الرسالۃ صلی اللہ علیہ وسلم حیٌّ فی قبر شریف وحیٰوتہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیویۃ من غیر تکلف فتثبت لھذا ان حیوتہ دنیویۃ برزخیۃ لکونھا فی عالم البرزخ۔ (المہند صہ ۱۳)

ترجمہ : ہمارا اور ہمارے سب مشائخ کا یہی عقیدہ ہے کہ حضورؐ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ اور آپ کی حیات اس دُنیا والے جسدِ اطہر میں ہونے کے اعتبار سے دنیاوی ہے۔ ہاں بجمیع الوجوہ دنیاوی نہیں ہیں۔ اس میں آپؐ مکلّف بالاحکام نہیں ہے۔ پس آپؐ کی حیات اس طرح دنیاوی اور عالمِ برزخ میں ہونے کے لحاظ سے برزخی ہے۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنوز قبر میں زندہ ہیں۔ اور مثل گوشہ نشینوں اور چلّہ کشوں کے عزلت گزیں ہیں، جیسا کہ ان کا مال قابل اجرائے حکم میراث نہیں ہے۔ ایسے ہی آپ کا مال محلِّ توریث نہیں۔ (آبِ حیات ص۲)

## علمائے بریلوی

۱۔ علمائے بریلوی کا متفقہ فیصلہ : آپؐ روضۂ منورہ میں مثل دیگر انبیاء علیہم السلام زندہ بحیاتِ حقیقیہ دنیاویہ جسمانیہ ہیں۔ خاکسارانِ امت کے حالات پر مطلع اور عاشقانِ درگاہ پر ہر لحظہ متوجہ ہیں۔" (العقائد الحنفیہ ص۷)

۲۔ بہارِ شریعت مصدقہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے۔

"انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اُسی طرح بحیاتِ حقیقی زندہ ہیں جیسے دُنیا میں تھے کھاتے پیتے ہیں۔ جہاں چاہیں آتے جاتے ہیں۔ تصدیق وعدۂ الٰہیہ کے لئے ایک آن کو اُن پر موت طاری ہوئی، پھر بدستور زندہ ہو گئے۔" (حصہ اوّل ص۱۶)

ء تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ میرے چشمِ عالم سے چھپ جانے والے (اعلحضرت علیہ الرحمۃ)

۳۔ مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب گجراتی تحت آیت ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی الخ فرماتے ہیں :۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ حیات النبیؐ ہیں۔ اور سب کا درود وسلام سنتے ہیں۔ جواب دیتے ہیں، کیوں کہ جو جواب نہ دے سکے۔ اسے سلام کرنا منع ہے۔" (تفسیر نور العرفان حاشیہ کنز الایمان)

۷ تفسیر آیت یا ایھا النبی انا ارسلناک شاھدا ومبشرا ونذیرا الخ

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلویؒ نے اپنے ترجمہ کنز الایمان میں اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ "اے غیب کی خبریں دینے والے نبی۔ بے شک ہم نے تجھے بھیجا حاضر ناظر" حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ اس کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:۔

شاہد کا ترجمہ حاضر وناظر بہترین ترجمہ ہے۔ مفرداتِ راغب میں ہے۔ الشھود والشھادۃ الحضور مع المشاھدۃ اما بالبصر او بالبصیرۃ یعنی شہود اور شہادت کے معنی ہیں حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے بصر کے ساتھ یا بصیرت کیساتھ اور گواہ کو بھی اس لئے شاہد کہتے ہیں کہ وہ مشاہدہ کے ساتھ جو علم رکھتا ہے۔ اس کو بیان کرتا ہے۔ سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم تمام عالم کی طرف مبعوث ہیں۔ آپ کی رسالت عامہ ہے۔ جیسا کہ سورۂ فرقان کی پہلی آیت میں بیان ہوا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک ہونے والے سارے خلق کے شاہد ہیں۔ اور ان کے اعمال، افعال، احوال تصدیق تکذیب ہدایت ضلالت سب کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور مشاہدہ زندہ ہی کرتے ہیں" (خزائن العرفان)

علماء بریلوی اور دیوبند علماء میں باوجود اتفاق بر مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بحیات دنیاوی، حسی اور حقیقی کے زندہ ہیں۔ یہ اختلاف پھر بھی رہ جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ جا سکتے ہیں اور جس مجلس میں چاہیں شریک ہو سکتے ہیں۔ خواہ مجلس میلاد شریف ہو خواہ اور نیک مجلس جیسا کہ اکابر محدثین شاہ ولی اللہ صاحبؒ، شاہ عبد العزیز صاحب شاہ عبد الحق صاحب کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ دیکھو فیوض الحرمین وغیرہ۔

اور یہ تحقیق ہم حدیثِ پاک "من رانی" کے ماتحت مفصل ذکر کر چکے ہیں۔ اور باوجود استغراق مشاہدۂ جمال خداوندی کے جو عالم برزخ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے یہ سب مشاغل ہوتے ہیں۔ ملاحظہ ہو "انتباہ الاذکیاء" ص۱۳ مصنفہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

وقد یخرج من ھذا جواب اٰخر وھو ان المراد برد الروح التفرغ من الشغل وفراغ البال مما ھو بصددہ فی البرزخ من النظر فی

اعمال امتہ والاستغفار لہم من السیئات والدعاء بکشف البلاء عنہم والتردد فی اقطار الارض لحلول البرکۃ فیہا وحضور جنازۃ من مات من امتہ فان ہذہ الامور من جملۃ اشغالہ فی البرزخ کما وردت بذالک الاحادیث والاٰثار۔

اور علماء دیوبند اس وسعت علمی یعنی ملاحظہ احوال امت وشمولیت محافل کے منکر ہیں۔ جیسا کہ "حفظ الایمان" میں مولوی اشرف علی صاحب اور براہین قاطعہ میں مولوی خلیل احمد صاحب اور کتاب آب حیات میں مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں۔ "کہ بعض اقوال واحوال مؤمنین کی کچھ خبر نہیں ہوتی"

حالاں کہ محققین کا یہ مسلک ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیا سے انتقال نہیں فرمایا حتیٰ کہ دُنیا ومافیہا وغیرہ کا علم دیا گیا۔ اور ہمارا سب سے بڑا اختلاف علمائے دیوبند کے ان الفاظ سے ہے جن سے صاف بے ادبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عیاں اور واضح ہے اور اس کی وہ غلط تاویلیں کرتے ہیں۔ یہ مقام نہیں کہ میں اس کتاب میں بحث کروں، مسئلہ علم غیب میں جو میں نے کتاب لکھی ہے اس میں بحث کر دی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب سب ائمہ اربعہ اور سب علماء کا دنیا دی، حسی اور حقیقی حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مسئلہ پر اتفاق ہو گیا تو یہ اجماعِ امت ہوا جیسا کہ ائمہ کا مسلک گذر چکا ہے۔ جس مسئلہ پر چار اماموں کا اتفاق ہو جائے وہ مسئلہ اجماعی کہلاتا ہے اور اس کا منکر بدعتی اور فاسق ہے۔

حافظ الحدیث علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے قولِ بدیع صـ ۱۲۵ پر ذکر فرمایا ہے:۔

ونحن نؤمن ونصدق بانہ صلی اللہ علیہ وسلم حیی یرزق فی قبرہ وان جسدہ الشریف لاتاکلہ الارض والاجماع علی ہذا۔

اور اسی طرح حافظ الحدیث ابنِ حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے جوہر منظم صـ۲۱ پر ذکر فرمایا ہے کہ: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیی یرزق وان جسدہ الشریف لاتاکلہ الارض کسائر

الانبیاء علیہم السلام والاجماع علیٰ ھٰذا۔

بحمد اللہ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم آیات، احادیث، مسلکِ صحابہ اور اجماعِ امت سے ثابت کیا گیا ہے، اب اس کے بعد ضمیمہ جات کا ذکر کیا جاوے گا۔ جو عنقریب چھپ جاویں گے۔

زندگیاں ختم ہوئیں اور قلم ٹوٹ گئے
تیرے اوصاف کا ایک باب بھی پورا نہ ہوا

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ
وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

فقیر زین الدین چشتی عفی عنہٗ

## نوٹ

حضرت خواجہ زین الدین چشتی نظامی ترگوی ؒ نے کتاب ھٰذا کے اختتام پر جن ضمیمہ جات کا ذکر فرمایا ہے یہ کل چار ضمیمہ جات ہیں۔ اور ان کی تکمیل بھی آپ نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی فرما دی تھی اور انہیں الگ ایک کتاب کی صورت میں شائع کروا دیا تھا۔ جس کا نام شمس الضحیٰ ہے۔

# تقریظ

## فاضلِ جلیل حضرت مولانا محمد اشفاق احمد صاحب رضوی صدر مدرس معراج العلوم کچہ کھوہ

الحمد للہ الذی حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء وجعل حیوٰۃ البرزخیۃ غیر مختصۃ بالشہداء بل عامۃ فی الانبیاء والاولیاء علیٰ تفاوت مراتبہم العلیاء والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ المبعوث الی کافۃ الورٰے الذی ہو حی یرزق من اللہ ویسمع صلوٰۃ اہل محبتہ من حیث یشاء وعلیٰ آلہ واصحابہ الذین ہم نجوم الہدیٰ ومصابیح الدجیٰ وسلّم تسلیما کثیرا کثیرا۔

اما بعد! کتاب مستطاب "نجم الہدیٰ فی حیاۃ المصطفیٰ" کا اوّل سے آخر تک بالاستیعاب مطالعہ کیا الحمد للہ مسئلہ حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تحقیق و تدقیق کے لحاظ سے مثالی حیثیت کی حامل ہے اس کے مصنف فاضل اجل عالم باعمل محقق بے مثل پیر طریقت رہبر شریعت بقیۃ السلف حضرت خواجہ زین الدین صاحب چشتی نظامی نے اس سے قبل بھی متعدد کتابیں تالیف کیں۔ لیکن زیر نظر کتاب "نجم الہدیٰ" موصوف کا علمی شاہکار ہے۔ جو کہ آپکی علمی استعداد ذکاوت وذہانت جودت طبع وسعت مطالعہ اور والہانہ عشق رسالت کی آئینہ دار ہے انداز تحریر سادہ عام فہم مگر مدلل اور باحوالہ ہے خداوند کریم سے امید ہے کہ یہ کتاب معاندین دین اور منکرین حیوٰۃ النبی کے لیے ابدی موت اور اہل ایمان وعرفان کے لئے ہدایت کا درخشندہ نجم ہی نہیں نیر تاباں ثابت ہوگی اللہ تعالےٰ موصوف کی تبلیغی وتالیفی مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت بخشے آمین۔

؎ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

محمد اشفاق احمد غفرلہٗ

خادم مدرسہ معراج العلوم مرکزی جامع مسجد کچا کھوہ (ملتان)

# تقریظ

از قلم شیخ الحدیث الفاضل اللبیب الخطیب الاریب العلام المنیف الحاج مولانا محمد شریف صاحب

دامت برکاتہم العالیہ مہتمم مدرسہ جامعہ رضویہ مظہر العلوم ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد: فقیر نے نجم الہدیٰ فی مسئلہ حیاۃ المصطفےٰ کا بعض مقامات سے مطالعہ کیا ہے اگرچہ اس موضوع پر بہت سے اکابر اہل سنت وجماعت نے رسائل تحریر فرما کر منکرین حیاۃ مصطفےٰ کا رد بلیغ کیا ہے مگر بقول اعلیٰحضرت مجدد مائۃ حاضرہ مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ ع دشمن احمد پہ شدت کیجیے جس قدر ان گمراہ اور گستاخانِ محبوب کبریا کا رد کیا جائے کم ہے خاص کر اس پر فتن دور میں جب کہ توحید کی آڑ میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی کھلا مکھلا توہین کی جارہی ہے اور امت مصطفویہ کو فیوضات رسالت کے استفادہ سے محروم کیا جارہا ہے۔ حضرت علامہ مولانا خواجہ محمد زین الدین صاحب آف ترگ شریف ضلع میانوالی نے دلائل قاہرہ اور براہین قاطعہ سے منکرین حیاۃ مصطفےٰ کا رد فرما کر اہل سنت وجماعت کے لیے عمدہ دلائل کا ذخیرہ جمع فرما دیا ہے۔ اگرچہ طرز تحریر سادہ مگر افادیت میں بہت زیادہ ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس رسالہ نافعہ کے مطالعہ سے گمراہانِ راہِ محبت کو ہدایت اور عاشقانِ رسالت کے بے چین اور مضطرب قلوب کو طمانینت نصیب ہوگی مولیٰ تعالیٰ حضرت مؤلف رحمہ کی سعی کو شرف قبول عطا فرمائے اور ان کے علمی وروحانی فیوضات سے اہل سنت کو متمتع فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

فقیر محمد شریف غفرلہٗ

خادم حدیث جامعہ رضویہ مظہر العلوم دولت گیٹ ملتان شریف

# خصوصی دعا برائے صحت

خواجہ صاحب کے جگر گوشہ پیر طریقت

عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واہل بیت رسول رضی اللہ عنہم

عظیم روحانی شخصیت الحاج الحافظ

## خواجہ غلام معین الدین چشتی نظامی

دامت برکاتہم العالیہ

(سجادہ نشین آستانہ عالیہ ٹبہ شریف)

بانی وچیئرمین جامع مسجد فیض محمدی وجامعہ محمدیہ زینت الاسلام ٹرسٹ گلشن اقبال کراچی

کی صحت کے لئے خداوند قدوس عزوجل کے حضور دعا فرمائیں کہ

اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرما کر عمر خضری عطا فرمائے

اور آپ کے لگائے ہوئے پودوں کی آبیاری کی ہمیں توفیق عطا فرمائے

آمین ثم آمین

طالب دعا

حافظ محمد اسلم چشتی (امام جامع مسجد فیض محمدی، 13-D، گلشن اقبال)

الٰہی ان کی تربت خلد زار نور ہو جائے
نسیم شہر خموشاں شمیم طور ہو جائے

# ایصالِ ثواب بلندی درجات

برائے

آفتابِ علم وحکمت امین خواجگانِ چشت زینت المشائخ زین الملت والدین

حضرت علامہ شیخ الحدیث والتفسیر

## الحاج خواجہ غلام زین الدین چشتی نظامی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

---

معزز قارئین سے التماس ہے کہ

اس رسالہ کو پڑھ کر رب قدیر وعزیز کے حضور دعا فرمائیں کہ

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تصدق سے خواجہ صاحب

کی مرقد انور پر کروڑوں رحمتوں کی بارش برسائے (آمین ثم آمین)

طالب دعا

حافظ محمد اسلم چشتی ناظم اعلیٰ جامعہ محمدیہ زینت الاسلام ٹرسٹ

گلشن اقبال 13-D-2 کراچی

# تعارف

## قرآنی تعلیمات کا بہترین مرکز

# جامعہ محمدیہ زینت الاسلام ٹرسٹ

متصل جامع مسجد فیض محمدی گلشن اقبال 13-D-2، کراچی

دین کی مخلصانہ خدمت میں شب و روز مصروف عمل ہے قرآن پاک، حفظ و تجوید، درس نظامی اور اسکول کے مسافر اور مستحق طلباء کے طعام و قیام کا بہترین فری انتظام ہے قرآنی تعلیم کے فرائض محنتی اور قابل اساتذہ کرام سرانجام دے رہے ہیں۔ ان مسافر طلباء کی رہائش اور درسگاہ کے لئے تعمیری کام جاری ہے جس میں لاکھوں روپے خرچہ ہو چکا ہے ایک مرتبہ جامعہ میں بمع اپنے دوست واحباب کے ضرور تشریف لائیں اور جامعہ کی پڑھائی اور تعمیراتی کام کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ فرمائیں۔

خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کا مال و جان اور وقت اللہ کی راہ میں خرچ ہوتا ہے

رابطہ کے لئے: حافظ محمد اسلم چشتی

امام جامع مسجد فیض محمدی ناظم اعلیٰ جامعہ محمدیہ زینت الاسلام ٹرسٹ

فون: 021-4987315, 0300-2959068

# قرآن کا فیضان

## حضرت علامہ مولانا محمد رضوان کا بیان
## ہر جمعرات بعد نماز عشاء درس قرآن

انشاء اللہ

ہر جمعرات بلا تاخیر بعد نماز عشاء

بمقام جامعہ محمدیہ زینت الاسلام

ملحق جامع مسجد فیض محمدی گلشن اقبال 13-D-2

ممتاز مذہبی اسکالر مفکر عصر فاضل اجل، عالم بے بدل فخر اہلسنت فصیح البیان

جناب حضرت علامہ مولانا **محمد رضوان نقشبندی** صاحب

درس قرآن فرمائیں گے۔

آیئے اس نورانی محفل میں شرکت فرما کر نور قرآن سے اپنے دلوں کو منور کیجئے

الداعی الی الخیر: **حافظ محمد اسلم چشتی** امام جامع مسجد فیض محمدی گلشن اقبال 13-D-2

فون: 021-4987315

وطن عزیز پاکستان اس وقت تاریخ کے نازک ترین دور سے گزر رہا ہے۔ اسلام دشمن قوتوں کی نظر اس کے ایٹمی اثاثوں پر ہے۔ اس کے مختلف حصوں میں آتش و آہن کا کھیل شروع کر دیا گیا ہے۔

آیئے!

اپنے کریم رب کے حضور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے اس ارض پاک کی سلامتی کی دعا مانگیں:

”اے مالک کائنات! ہماری خطاؤں سے چشم پوشی فرماتے ہوئے ہمارے پیارے پاکستان کی حفاظت فرما! اسے امن و امان اور مسرتوں کا گہوارہ بنا دے۔ اس کی طرف اٹھنے والی ہر میلی آنکھ کو حرف غلط کی طرح مٹا دے اور اس کی سلامتی کیخلاف پنپنے والی سازشوں کے بخیے ادھیڑ دے۔“

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۗ وَاغْفِرْ لَنَا ۗ وَارْحَمْنَآ ۗ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

**حافظ محمد اسلم چشتی**

امام جامع مسجد فیض محمدی
گلشن اقبال 13-D-2 کراچی

PDF BY

طالب دعا

خلیفہ مدنی تونسوی تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان

+923321717717